کلام ٹیگور

(حصہ اول)

رابندرا ناتھ ٹیگور کی مختلف بنگالی نظموں
اور گیتوں کا اردو ترجمہ

مترجم
پروفیسر ایم - ضیاءالدین
شانتی نیکیتان
بنگال

وشوا بھارتی بک شاپ
۲۱۰ کارنوالس اسٹریٹ - کلکتہ

وشوا بھارتی بک شاپ
۲۱۰ کارنوالس اسٹریٹ - کلکتہ

۱۹۳۵ء

قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ

سٹی پریس الہ آباد میں چھپکر
باہتمام کشوری موہن سانترا ' وشوا بھارتی بک شاپ
۲۱۰ کارنوالس اسٹریٹ ' کلکتہ
سے شایع ہوئی -
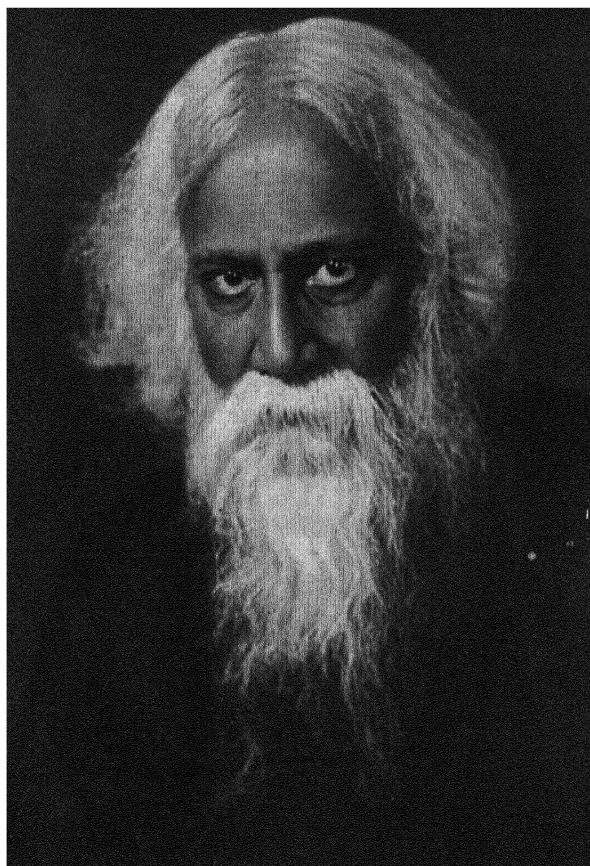
حصہ اول

شکریہ

ان اردو ترجموں کو ہز ایگزآلٹڈ ہائینس حضور نظام فرمانروائے دکن (خلداللہ ملکہ و سلطنۃ) کے اس گراں قدر عطیہ کے مخلصانہ شکریہ اور اعتراف میں پیش کیا جاتا ہے جس سے فرمانروائے عالی جاہ نے رابندرا ناتھ ٹیگور کے کلیۂ بین الملی (شانتی نیکیتان) کے شعبۂ اسلامی کو سرفراز فرمایا!

فہرست مضامین

تمہید

جان و دل است صورت و جسم لطیف تو '
روح مجسّمی و حیات مصوّری !

شاعر رابندرا ناتھ ٹیگور کے چند گیتوں اور نظموں کا یہ اردو ترجمہ ان کی ' شاعری ' کا نمونہ پیش کرنے کا مدعی نہیں - اور نہ یہ مختصر سا مجموعہ شاعر موصوف کے کلام کا انتخاب سمجھنا چاہیئے - ٹیگور کے صرف گیتوں ہی کی تعداد تین ہزار کے قریب ہے ' اور کل منظوم کلام ان کا پندرہ ضخیم جلدوں میں سماتا ہے - (بنگالی نثر منظوم کلام سے کچھ کم ہے اور انگریزی تصنیفات بنگالی نثر کے نصف کے قریب) - شاعر کا سلسلۂ تصنیفات ابھی جاری ہے - میرے ترجموں میں زیادہ تر وہ گیت شامل ہیں جو شانتی نیکیتن میں اکثر گائے جاتے ہیں ' اور نظمیں شاعر کی مختلف بنگالی تصانیف میں سے لی گئی ہیں -

اصل بنگالی میں ان گیتوں میں سے ہر ایک اپنی سادگی ' تازگی ' برجستہ پن ' بے ساختہ پن ' معانی کی نزاکت اور بلندی ' بیان کی روانی ' الفاظ کے حسن انتخاب ' موزونیت ' ترنم اور سُرتال کی ندرت اور دل کشی میں شاعری اور موسیقی کا لاجواب نمونہ ہے - میں دیکھتا ہوں کہ میرے ان اردو نثری ترجموں میں ان تمام خوبیوں میں سے کوئی بھی موجود نہیں - شاعر کے کلام کی ظاہری خوبیاں ' اشعار کی آمد اور سلاست ' خلوص بیان ' سُروں کی دل نشین آمیزش میں ترجمہ میں کہاں سے لاؤں ؟ میں ان ترجموں کو شاعر کے کلام کا خاکہ بھی نہیں کہہ سکتا - شاعر کے

اشعار کے معانی میری نثر میں کہاں تک سما سکے ھیں اور کہاں کہاں سے ترجمہ کی گرفت میں آنے سے صاف بچ گئے ھیں ' شاید مجھ سے بہتر کسی پر واضح نہیں - ان ترجموں میں اصل زبان کے شعری محاسن موجود نہیں ' الفاظ کا وہ ترنم موجود نہیں ' وہ فصاحت نہیں ' بلاغت نہیں ' و الہامی آمد اور روانی نہیں ' ترکیبوں کی وہ حیرت انگیز برجستگی اور سادگی نہیں—میرے ترجمے شاعر کی شاعری کے صرف معنوی پنجر ھیں—ان میں اصل زبان کا گوشت پوست ' زندگی ' جوانی اور حسن نہیں ' میں انہیں شاعر کے کلام کا نمونہ نہیں کہہ سکتا - ان ترجموں میں میں نے اصل بنگالی اشعار کے معانی کو سادہ اردو میں ڈھالنے کی کوشش کی ھے - اس سے زیادہ اگر کسی چیز کا عکس ان ترجموں میں جھلکتا دکھائی دے تو وہ اصل بنگالی اشعار کی روح کا پر تو ھے - میں سمجھتا ھوں کہ میرے ترجموں میں یہ پرتو ایک حد تک موجود ھے - اگر ناظرین نے اسے پالیا تو میں سمجھوں گا کہ میرے ترجمے کامیاب ھوئے ھیں -

۱۷ ٹیگور کی شاعری کی مابہ‌الامتیاز خصوصیت اس کا بے ساختہ پن ھے - کسی مسئلے کو سمجھانے کے لیئے یا کسی حکیمانہ معمے کو سلجھانے کے لیئے وہ شعر نہیں کہتے - دل میں جو کچھ گذرتا ھے وہ شعر ھوکر ادا ھوجاتا ھے - یہ شعر کسی بنیادی حقیقت اور کائنات کے سربستہ راز کو فاش کردینے کی غرض سے زبان پر نہیں آتا - نہ اس کا مقصد کوئی علمی حقیقت یا مفید مطلب اخلاقی نصیحت بیان کرنا ھوتا ھے - ایک بے تاب آنسو یا بے اختیار مسکراھٹ کی طرح شعر دل کی کیفیت کی تصویر ھوتا ھے - اگر فلسفہ یا مذھب ان اشعار میں اپنے مفید مقصد کسی حکمت یا معرفت کو موجود

پائے تو تعجب کی بات نہیں ' مگر شعر کی اپنی زندگی کا مقصد الگ ھے - ٹیگور کے اشعار پر طرّہ ھے ان کی موسیقی - نغموں کی سُریں اپنے الفاظ اور جملوں کی ترکیبوں سے اپنی اھمیت الگ رکھتی ھیں - سُریں روح کی طرح ھیں ' اپنی ذات میں الفاظ کی بندشوں سے آزاد اور مستغنی ھیں ؎ حقیقت تو یہ ھے کہ الفاظ جہاں اپنی معنوی حدود تک پہنچ کر خاموش ھوجاتے ھیں ' سُر وھیں سے اپنی پرواز شروع کرتی ھے - اس کی دسترس ناممکن تک ھے ' اس کی رسائی اُس عالم تک ھے جہاں الفاظ کا اپنی معنوی پرواز میں پہنچنا قطعاً محال ھے - جس طرح ترجمہ موسیقی کو ادا کرنے سے قدرتاً معذور ھے ' وہ شعر کی بے ساختہ شعریت کو بھی ادا کرنے سے فطرتاً قاصر ھے—ھتیلی پر پانی کا قطرہ محبوبہ کی پلک کی نوک پر تھرتھراتے ھوئے آنسو کا نقشہ نہیں کھینچ سکتا - اگر کسی مبہم سے ترنم کا میرے ترجموں سے آپ کو شبہ سا ھوجائے تو میں سمجھوں گا کہ میں نے ناممکن کو پا لیا -٭

ٹیگور کی وہ خصوصیت جو مجموعی طور پر ھم ان کے کلام میں موجود پاتے ھیں ان کی بے مثل شخصیت ھے - شاعر کے مذھبی مقالات میں ' سیاسی اور معاشرتی تحریرات میں ادبی مضامین میں ' ڈراموں اور ناولوں میں ' ان کے اشعار میں ھم انھی کی بے نظیر شخصیت کو نغمہ سرا پاتے ھیں - یہ شخصیت حیرت انگیز طور پر شاعرانہ ' حکیمانہ اور روشن واقع ھوئی ھے -

ٹیگور ھم انسانوں میں انسانی آزادی کا علمبردار ھے - غلامی اور جہل و حقارت کی گود میں پلی ھوئی موجودہ

تہذیب و تمدن کی دنیا میں تیگور آزادی فکر و عمل اور باھمی صلح و محبت کا پیغامبر ھے - ان کی تحریروں میں ھمیں وہ مجاھد بر سر پیکار نظر آتا ھے جو شعر و استدلال کی دو دھاری تلوار سے مسلّح ھوکر نوع انسانی کو خوف اور غلامی سے نجات دلانے کی خدمت پر مامور ھوکر آیا ھو—غلامی فکر ' غلامی نسل و قومیت ' غلامی مذھب و ملت سے انسان کو آزاد کرنے کے لیئے دنیا میں پیدا ھوا ھو - تیگور کی زندگی فرسودہ و بے معنی رسم و رواج اور مردہ و بوسیدہ مذھبی توھمات کے کٹھن بندھنوں کو کاٹتے کٹی ھے -

شعر و شاعری کی دنیا میں تیگور نے ایسا انقلاب پیدا کیا ھے جس کی مثال تاریخ میں موجود نہیں - اور نہ کسی شاعر نے آج تک دنیا سے خراج تحسین اس طرح حاصل کیا تھا جس طرح تیگور نے - بنگالی شاعری کی عروض سنسکرت سے لی گئی تھی - سنسکرتی عروض میں خفیف اور ثقیل ماتروں کی ترکیب سے بحر کے اصول بنتے تھے - بنگالی زبان میں سرے سے خفیف ماترا ھی موجود نہ تھا ' اور ھر حرف ثقیل ماترے کا ھم وزن تھا - شاعر اس بنیادی اختلاف کو سنسکرتانہ بنگالی میں شعر کہہ کر مٹاتے آئے تھے - یعنی ان کے یہاں بھی وھی : شمار سبحہ مرغوب بت مشکل پسند آیا ' والا معاملہ تھا - تیگور نے ان سنسکرتی عروض کی زنگ خوردہ زنجیر کی کڑیوں کو کاٹا ' اور بنگالی ادب کو آزاد کیا جو مدتوں سے ان میں بندھا پڑا تھا -

موسیقی میں استادوں نے نغمہ کی روح کے پر کاٹ کر اس کے پاؤں میں راگ راگنیوں کے قواعد کی بیڑیاں ڈال دی تھیں ' تیگور نے اس نغمہ کی روح کو پھر آزاد کیا اور اپنے گیتوں میں اسے کھلی پرواز کی اجازت دی -

مروجہ تعلیم کے دستور میں قدرت سے انسان کی یگانگت کے احساس و عرفان کو کوئی جگہہ حاصل نہیں ' تیگور نے اس احساس کی تربیت کو تعلیم کا اعلیٰ مقصد قرار دیتے ہوئے ' قدرتی ماحول—زمین و آسمان ' موسموں اور نباتاتی زندگی سے براہ راست تعلق اور بود و باش کی سادگی کو طالب علم کے لیئے قطعی قرار دیا -

هندوستان کی آزادی کے لیئے جس هندو مسلم اتحاد کو لیڈر ملک کی سیاسی ضرورت کی بنا پر حاصل کرنے کی کوشش کرتے رهے ' شاعر نے اُسے طمع خام اور منافقت تھہراتے ہوئے ' هندو مسلم اتحاد کے لیئے اُس فطری رشتہ اور وجودی وحدت کے احساس کو لازمی قرار دیا جو انسانوں میں انسانی همدردی ' یگانگت اور محبت کا سر چشمہ ھے - انسانیت کے اس فطری مقصد کو حاصل کرنے کے لیئے تیگور نے هر قوم و ملت کو هر دوسری قوم و ملت سے بحیثیت انسان کے ملنے اور متحد هونے کی استدعا کی ھے - اسی عالمگیر صلح و آشتی اور بین الملی تبادلۂ علمی کا مرکز شانتی نیکیتان میں قائم کیا ھے -

تیگور نے ملک کے افلاس کو وطنی صنعت و حرفت اور دستکاری کی بربادی ' شہروں کی بڑھتی ہوئی اهمیت اور دیہاتوں کی کس مپرسی اور مروجہ تعلیم کی بےهودگی کی طرف منسوب کیا ھے - اور دیہاتوں کی تجدید ' دیہاتیوں کی صحت ' تعلیم اور زراعت و دستکاری کی تجدید اور ترقی ' اور انہی مقاصد کے حصول کے طریقوں کی تعلیم اور تبلیغ اور ترویج کا مرکز سری نیکیتان میں (شانتی نیکیتان کے قریب) قائم کیا -

ظاهر ھے کہ تیگور سے عملی شاعر اور مفکّر کی مثال پیدا کرنا مشکل ھے - دنیا میں تیگور نے هر قوم و ملت کو اپنی

حدود اور اپنی فرقه بندی سے گذر کر ' مذہب و ملت کی ان بندشوں کو توڑ کر جو انسان کو انسان سے نفرت دلاتی ہیں اور الگ رکھتی ہیں ' ایک دوسرے سے محض انسانیت کے پایه پر کھڑے ہوکر ملنے کی تعلیم دی ہے - ٹیگور نے انسان میں انسانیت کے خدا کو دیکھا ہے ' اسی لیئے اس کی توہین وہ کسی رنگ میں برداشت نہیں کرسکتے -

ٹیگور کی عظمت کا سنگ بنیاد ' اُن کی لاثانی شخصیت کا مدار وہ نغمه ہے جو انہوں نے اس حسین دنیا کے تن بدن میں حسن و سرور کی روح پھونکنے والے ' ' شاعر کائینات ' محض حسن ' محض سرور کی مدح و ثنا میں گایا ہے - اور ٹیگور نے وہ گیت سنے ہیں جو مغنّی فطرت اپنے قدرتی مظاہر میں ہمیشه سے گائے جا رہا ہے - ٹیگور کا دل و دماغ انہی قدرتی گیتوں کی لاجواب سروں سے گونج رہا ہے ' اور وہ خود مجسم سرور اور نغمه ہوکر گاتا ہے - ٹیگور کا معبود اور معشوق وہ شاعر اور مصور ہے جو اس کی زندگی میں لطف اور سرور اور غم و اندوہ کی سریں پھونک رہا ہے ' اس کی زندگی میں عجیب و غریب کیفیات کے رنگ بھر رہا ہے - شاعر اس کے عشق میں اور اسی کے حسن کو قدرت میں دیکھ کر اس کی تعریف میں نغمه سرا ہے - اور اس کے گیتوں کے متعلق کہا جاسکتا ہے که وہ نه صرف اِس زمانه میں بے مثل ہیں ' بلکه ہر زمانه میں اپنے حسن کے لحاظ سے کمیاب رہیں گے -

ایشیا کا مخصوص عرفان ' اپنشدوں کا گیان جو رشیوں کی خصوصیت تہا وہ عصر حاضر کی آزادی اور جدید علمی تحقیقات اور فلسفیانه حقائق کی روشنی سے مل کر ایک حیرت انگیز عرفانی موزونیت کی صورت میں ہم ٹیگور میں

موجود پاتے ھیں - جب کہ ٹیگور موجودہ زمانہ کے مہذب ترین
اور روشن ترین دل و دماغ کا مالک ھے ' وہ اس دولت کا بھی
پورا پورا وارث ھے جو قدیم زمانوں سے ھر مذھب و ملت کا
سرمایۂ عرفان رھی ھے - ٹیگور انسانوں میں ھمہ گیر انسان
ھے ' شاعروں میں بے نظیر شاعر اور ھمارا یہ عہد ٹیگور کا
عہد ھے -

ٹیگور کی پیدایش کا زمانہ (۱۸۶۱ء) انقلاب کا زمانہ
تھا - اور یہ ٹیگوروں کا گھرانا تھا جس میں انقلاب نے جنم لیا -
ان کا خاندان مذھب اور فنون لطیفہ میں مختلف تحریکوں
کا پر شور مرکز تھا - ٹیگور کے والد ' مہارشی دیبندرا ناتھ
ٹیگور ' برھمو سماج ' یعنی ھندؤں میں خالص موحدوں
کے نئے مذھب کے سر برآوردہ راھبر تھے - موسیقی اور مصوری
میں بھی یہی خاندان بنگال میں پیش پیش تھا - ٹیگور
گھرانے کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ وہ مسلمانوں کی
تہذیب اور ان کے فنون لطیفہ سے پوری طرح بہرہور تھا -
ٹیگور کے والد حافظ کے دلدادہ تھے - اُن کی بنگالی سوانح عمری
میں حافظ کے اشعار جا بجا زینت کلام نظر آتے ھیں -
ابھی تک ٹیگور خاندان کے لباس میں اور آداب نشست و
برخواست اور طریق بود و باش میں مسلمانوں کی عادات
اور آداب مجلس کا رنگ باقی ھے - اس خاندان کو مسلمانوں
سے خاص کر مناسبت رھی ھے - کچھ تو اسی سبب اور کچھ
اس گھرانے کی آزاد اور پیغمبرانہ مزاج کے باعث ' ھندو اس
خاندان کو ھندو نما مسلمان اور " دھریوں " کا گھر سمجھتے
رھے ھیں - بالاخر اسے ذات برادری سے باھر ھونے کا بھی امتیاز
حاصل ھوا ' اور وہ آزادی بھی اسے نصیب ھوئی جو کسی فرقہ
اور ذات پات کے اندر رھتے ھوئے نصیب نہیں ھوتی -

علاوہ اس آزاد خیالی اور فرقہ پرستی سے بری ہونے کے ' ٹیگور اپنے بچپن کے ماحول کے متعلق لکھتے ہیں :

'' اس زمانہ میں ہمارے گھر میں موسیقی کی ایک آبشار سی آکر گری تھی - اور دن رات اس کی قوس قزح کی سی رنگینیاں ہمارے دلوں میں منعکس ہوتی تھیں - تب اس جوانی کی تر و تازگی کے عالم میں ' ہماری نو خیز قوت اپنے معصومانہ تعجب و تجسس کے بل بوتے پر ہر پہلو نئی راہیں نکالتی چلی جاتی تھی - ہمارا دل چاہتا تھا ہم ہر چیز کو خود دیکھیں بھالیں ' اُسے پرکھیں ' اور کوئی کمال ہمیں ایسا نظر نہ آتا تھا جسے حاصل کرنا ناممکن ہو - ہم لکھتے تھے ' گاتے تھے ' ڈرامے ایکٹ کرتے تھے ' ہر جانب اپنا رنگ ہر پہلو اپنی طبیعت کی جدت دکھاتے تھے...... ''

ظاہر ہے کہ ٹیگور نے جس ماحول میں تربیت پائی وہ آزاد اور خود سر تھا - اس آزاد فضاء میں ٹیگور کے لیئے اس کی شاعری کا معیار اس کی اپنی ذات کے سوا اور کیا ہوسکتا تھا ؟ پہلی بدعت جس کو بنگالی ادب میں خاص کر ٹیگور نے فروغ دیا وہ اپنی مادری زبان میں شعر کہنا تھا - ٹیگور سے قبل بنگالی ادیب نظم و نثر سنسکرتانہ رنگ میں لکھتے تھے - ان کی تصانیف میں سنسکرت ترکیبیں اور الفاظ ' مرزا غالب کی ابتدائی اردو غزلوں اور ابوالکلام آزاد کی تحریروں میں فارسی اور عربی الفاظ سے کہیں زیادہ ہوتے تھے - علاوہ اس کے کہ بنگالی تحریر سراسر سنسکرت ہوتی تھی ' اور

دل خون شدۂ کشمکش حسرت دیدار '
آئینہ بدست بت بدمست حنا ہے

کا بنگالی نمونہ ' اور صرف فعل کہیں کہیں اصل بنگالی زبان کی یاد دلاتا تھا ' بنگالی عروض بھی (ہماری اردو عروض

کی طرح) ایک غیر زبان یعنی سنسکرت کی عروض تھی - اُسی مجبوری کے سبب بنگالی شاعری سنسکرت کی محض نقالی تھی - ٹیگور اپنے بچپن کے حالات میں لکھتے ھیں :

" عروض کے قواعد ' الفاظ کے استعمال اور اظہار خیالات کے میدان میں میں نے اپنے آپ کو بے لگام تخیل کے حوالہ کردیا تھا - تب فاضل نقادوں نے مجھ پر سخت چوٹیں کیں اور مذاق اڑانے والوں نے فلک دوز قہقہے لگائے - میری کم سوادی اور بے راھروی نے مجھے ادبی مجرم بنا دیا - جب میں نے شعر کہنا شروع کیا میں مضحکہ انگیز طور پر چھوٹا تھا - انگریزی دانی کا مجھے تمغہ حاصل تھا نہ عمر کی سند........"

" دل کی خوشی کے چڑھتے ھوئے سیلاب کے ریلے کے سامنے بندھی بندھائی عروض کی بحریں اور وزن اپنی جڑیں زمین میں سنبھال کر نہ رکھ سکے - اور جس طرح ندی سیدھی راہ نہیں بہتی ' اپنی ترنگ میں گھومتی چکر کاٹتی چلی جاتی ھے ' میرے اشعار کے بہاؤ میں بھی یہی خودسری تھی - "

کسی دوسری جگہ اپنے مضمون میں لکھتے ھیں :

" ھماری مادری زبان کی شاعری کی دیوی کی آنکھوں کے آنسو اور اس کے ھونٹوں کی مسکراھٹ ' سنسکرتی عروض کے مرصع نقاب کی آڑ میں دکھائی نہیں دیتی تھی - ھم بھول ھی گئے تھے کہ اس کی سیاہ آنکھوں کی نگاہ کتنی معنی خیز اور دل نشین ھے - مجھ سے جہاں تک بن آیا میں نے اس پردہ کو بیچ میں سے ھٹا دینے کی کوشش کی - ادبی رسوم کے گرویدہ مجھے کوستے رھیں گے ' مگر مجھے ان کی پرواہ نہیں - اس قدیمی گھونگھٹ کی بیش بہا قیمت اور اس کی کار دوزی کی عمدگی کی تعریف وہ جس قدر چاھیں کریں ' مجھے جس چیز کی تلاش ھے وہ اس پردہ کی اوٹ میں چھپی ھوئی سیاہ

آنکھوں کی ھے - ان میں آپ حسن کی وہ دولت پائیں گے جو بازار کے فاضلانہ ادب کی شرح نرخ سے باھر ھے - ''

باوجود ان تمام تبدیلیوں کے جو ٹیگور نے بنگالی شاعری میں پیدا کیں ' انھوں نے سنسکرت شاعری کی ان بنیادی خوبیوں کو جانے نہیں دیا جو بنگالی ادب کی روح میں شامل ہوچکی ھیں - لیکن ھر قسم کی غیر ضروری صنعتوں اور تلمیحات کو یکقلم اڑا دیا ھے -

جب کہ شاعری کی ظاھری شکل و صورت میں ٹیگور نے یہ انقلاب پیدا کیا ' اپنی شاعری کی معنوی دنیا بھی انھوں نے الگ قائیم کی - یہی سبب ھے کہ کسی دوسرے شاعر سے ٹیگور کا موازنہ نہیں کیا جاسکتا - ٹیگور اپنی شاعری کے عالم کا خالق ھے - اور اس عالم میں اپنا مثیل نہیں رکھتا - اس معنوی تخلیق کا اندازہ ٹیگور کے کلام کے مطالعہ کیئے بغیر ممکن نہیں - شاعر کا اپنا کلام ھی اُس کی تخلیق کی مثال پیش کرسکتا ھے - لیکن اس انقلاب کی مثال دی جاسکتی ھے جو ٹیگور نے موجودہ شاعری کی کائینات میں پیدا کیا ھے - مثلاً ' اگر فارسی شاعری سے ' رقیب کی رقابت ' عاشق کی رسوائی ' معشوق کی جفا اور بے وفائی ' معشوق کا بالائے بام آنا اور شہر میں قتل عام ھوجانا ' خلاف فطرت مبالغہ ' عاشق کا ھجر کی تکلیف میں سوکھ کر کانٹا سا ھوجانا ' معشوق کا خدا ھونا (بجائے خدا کے معشوق ھونے کے) ' معشوق کا اپنے حسن میں حسن قدرت سے بڑھ چڑھ کر ھونا ' مجنوں یا فرھاد کے عشق کو اپنے عشق کے مقابلہ میں گرد برابر سمجھنا ' شیخ کی پگڑی اچھالنے میں لطف اٹھانا ' مذھب کی توھین اور رندی کی تعریف کرنا وغیرہ وغیرہ نکال دیا جائے تو جس قسم کا تغیر ھماری شاعری میں پیدا ھوگا '

اُسی قسم کا لیکن اس سے کہیں وسیع تر تغیر ٹیگور نے بنگالی شاعری میں پیدا کیا ہے - ٹیگور کی شاعری سے لطف اندوز ہونے کے لیئے ایک نئی شاعری کی دنیا میں قدم رکھنا پڑتا ہے - جہاں شاعری آزاد ہے اور پرانی بندشوں کی یاد تک باقی نہیں - اس آزاد شاعری کے عالم میں قدیمی زنجیروں کی جھنکار سنائی نہیں دیتی ' صرف دل کے تار تھرتھرا اٹھتے ہیں - مقلد بھی ایسے اشعار سن کر وجد میں آجاتے ہیں اور اپنی ہتکڑیاں بجانے لگ جاتے ہیں -

جیسا کہ میں عرض کرچکا ہوں ' مہذب حلقوں میں عوام کی جیتی جاگتی روزمرہ زبان میں شعر کہنا معیوب سمجھا جاتا تھا - ' ویشنوی ' اور بنگالی ' باؤل ' فقیروں کے گیت مہذب حلقوں میں حقارت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے - ٹیگور نے دیکھا کہ عوام کی شاعری یہی ہے اور یہ مہذب اور مردہ سنسکرتی شاعری کے مقابلہ میں زندہ تر اور ' پاکیزہ ' تر ہے - اس فقیروں کی بے ساختہ شاعری میں سنسکرت کا پرچھاؤں تک نہیں پڑا اور سادہ الفاظ میں بلند نظری اور دقت معنی کے لحاظ سے یہ مہذب حلقوں کی مصنوعی شاعری سے بدرجہا بہتر ہے - یہی شاعری اور یہی موسیقی کی باؤل طرز بنگالی زندگی کی روح رواں ہے - ٹیگور نے سب سے پہلے اسی قسم کی زبان اور طرز میں شعر کہنا شروع کیئے - اور اپنی پہلی تصنیف (دیوان) تیرہ برس کی عمر میں شایع کی - شاعر اگر اس کتاب کو اپنے نام پر شایع کرتا تو اس کی واقعیت کا کسی کو یقین نہ آتا - لہذا اس نے اسے ' بھان سنگھہ ' کے مخفی نام پر شایع کیا - اور اس گمنام قدیمی شاعر بھان سنگھہ کی شاعری کی تعریف میں لوگوں نے زمین و آسمان کے قلابے ملا دئیے !

ٹیگور میں سر تال کی حس نہایت ہی تیز اور نازک واقع ہوئی ہے - ان کے موسیقی کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ ان کے گانوں میں سُر الفاظ اور معانی کے متناسب ہوتی ہے ' بڑھنے نہیں پاتی - یعنی ' ان کے گانوں میں ' بول بڑھانا ' یا ' الاپ ' موجود نہیں - جبکہ ہندوستانی (کلاسیکل) موسیقی میں الاپ ' سروں سے کھیلنا ' طرز کی شرح کرنا خصوصیت کے ساتھ شامل ہے ' ٹیگور کے نغموں میں سریں گانے کے الفاظ اور معانی سے متجاوز نہیں ہوتیں - یعنی ' ان کے گانوں میں موسیقی اور شاعری دونوں تلے ہوئے اور متوازن ہیں - الفاظ کے ترنم کو ' سُر بازی ' پر قربان نہیں کیا جاتا - دوسری خصوصیت ٹیگوری موسیقی کی یہ ہے کہ وہ راگ راگنی کی پابندیوں سے آزاد ہے - ان کے گانے مختلف راگ اور راگنیوں کی ترکیب سے بنے ہیں ' جن میں بعض جگہ یورپی موسیقی کی طرزیں بھی موجود ہیں - سُروں کی ترکیب شعر کے الفاظ اور اس کی بحر سے متناسب اور موزوں ہوتی ہے - شاعری کی بارگاہ میں ٹیگور کا یہ پیشکش نہایت ہی اہم حیثیت رکھتا ہے - تیسری خصوصیت یہ ہے کہ ٹیگور کے گیتوں میں سریں گیت کے معانی سے ہمنوا اور ہم آہنگ ہوتی ہیں ' گویا معانی سے خود بخود پیدا ہوتی ہیں - سر کا معنی کے ہم آہنگ ہونا ' یعنی ' بھاؤ ' ٹیگور کے گیتوں کی روح رواں ہے - ایک بے انتہا سرور اور حسن کا خزانہ ہے جو اپنی رنگینیوں میں اور تعجب انگیز خوش آفرینیوں میں نمودار ہوتا ہے - ٹیگور کی شاعری ایک بے بدل شاعر کی موسیقار طبیعت کی نغمہ سرائی ہے - ملہمانہ شاعری کی بے عیب اور مکمل مثال -

ٹیگور سنسکرت شاعری کی پائیدار خصوصیات کا جامع ہونے کے علاوہ ان تمام اوصاف سے بھی متصف ہے جو یورپی شاعری کا خاصہ ہیں - ٹیگور میں کلاسیکل شاعری اپنے عہد سے گذر کر عصر جدید کی شاعری کے معراج کو پہنچتی ہے - اس قسم کا انقلاب اور ارتقا کسی ایک شاعر کی ذات سے آج تک منسوب نہیں کیا جاسکا - جب کہ ٹیگور قدیم شعرا کا ہم پلہ ہے معاصرین کا سرتاج بھی وہی ہے - اکثر زبانوں کے شعرا ٹیگور کی شاعری سے بے حد متاثر ہوئے ہیں -

اردو شاعری فارسی (عربی) عروض کی پابند ہے - اگرچہ یہ بندش اب شعرا کو ناگوار محسوس ہوتی ہے ' اور فارسی ترکیبوں کے استعمال کی مجبوری اور قافیہ و ردیف کی پابندی شاعری کی راہ میں ناقابل برداشت رکاوٹ ثابت ہوئی ہے ' سوائے اس کے چارہ نہیں کہ کسی ایسے مہدی کا انتظار کریں جو ہمیں ان بندشوں سے آکر نجات دلائے اور اپنی مادری زبان میں آزادی کے ساتھ شعر کہنے کی راہ بتائے - اردو ادیبوں پر جس چیز کا سب سے زیادہ اثر ہوا ہے وہ ٹیگور کی انگریزی گیتانجلی ہے - اس اثر کے نتائج زیادہ تر وہ نثری نظمیں ہیں جو رسائیل اور اخبارات میں ' ادب لطیف ' اور ' ادب جمیل ' وغیرہ عنوانوں کے ماتحت شایع ہوتی ہیں - ہمارے شعرا میں شاید حضرت جوش ملیح آبادی سب سے زیادہ ٹیگور کے رنگ سے متاثر نظر آتے ہیں - لیکن میرا خیال ہے کہ ٹیگور کے رنگ میں شعر کہنے کے لیئے جس زبان اور جس عروض کی ضرورت ہے وہ ہمارے یہاں ابھی تک تیار نہیں ہوئی - یہی وجہ ہے کہ ہر کوشش ناکام ثابت ہوئی ہے - علاوہ ان مشکلات کے ٹیگور کا رنگ ذاتی ہے ' بے حد شخصی ' ان کی طرز کی تقلید کسی سے بن نہ آئیگی - جس چیز کی تقلید

ہمارے ادب کے لیئے واقعی مفید ہوسکتی ہے وہ ٹیگور کی اس روش اور اس سلوک کی تقلید ہے جو انہوں نے بنگالی ادب کے ساتھ کیا ہے - ہمیں ٹیگور کے انقلابی پہلو کی تقلید کرنا چاہئیے - اور ادبی روش اور طرز ہر ادیب کی ذاتی اور شخصی ہونی چاہئیے - طرز میں تقلید ادیب کی خود کشی کے مرادف ہے - ٹیگور کا رنگ اس کے ذاتی عرفان کا عکس ہے - ہر ادیب کی روش اس کی شخصیت کی آئینہ دار ہونی چاہئیے - جس چیز کی کمی ہے وہ ہمارے یہاں آزادی کی تربیت اور مظاہر قدرتی کی روح فہمی ہے - یہ چیزیں نہ ہماری مروجہ تعلیم ہمیں دیتی ہے اور نہ ہمارا معاشرتی ماحول - بہر حال ، اس بات کی اُمید کیجاسکتی ہے کہ ٹیگور کی تقلید بالآخر ہمارے ادب میں اظہار خیالات کی نئی اور آزاد راہیں پیدا کرے گی - آمین !

ایم ضیاءالدین

شانتی نیکیتن ۲۲ فروری سنہ ۱۹۳۵ع -

کلام ٹیگور

مترجم ایم - ضیاءالدین

صبح کا یہ روح پرور منظر شبنم سے شرابور ہے !

درخت دریا کے کنارے آفتاب کی کرنوں میں جھلملا
رہے ہیں !

شاخوں میں شاخیں ڈالے خوشی سے متوالے ہیں !

جبھی میں سمجھتا ہوں—

یہ دنیا عالم خیال کے بیکراں سمندر کی موجوں پر ایک
ناچتا ہوا کنول ہے !

میں سمجھتا ہوں—

میں اُسیکا پیغام ہوں !

میں اُسیکے نغمہ کی تان ہوں !

میں زندگی میں روح زندگی ہوں !

میں ظلمت کے سینہ کو چاک کرکے نکلنے والے اُسی
رقصاں نور کی درخشاں کرن ہوں !

بولاکا

آسماں جگمگاتے ہوئے ستاروں سے بھرا ہے !
اور یہ دنیا نشاء زندگی سے سرشار ہے !
مجھے اِس آسمان کے زیر سایہ اس دنیا میں ایک گوشہ قیام کے لیئے ملا ہے —
جبھی آج دنیا میرے نغموں سے گونج رہی ہے !
زمانہ کی موجوں پر دنیا اپنے مدوجزر کے گہوارے میں جھول رہی ہے !
میری رگوں کے خون میں اسی ہمہ‌گیر مد و جزر کی کشش ہے !
دنیا میرے نغموں کے زیر و بم میں جھول رہی ہے !

جنگلوں میں گشت لگاتے ہوئے میں نے اس زمین کی سبز گھاس پر پاؤں رکھے ہیں !
پھولوں کی خوشبو سے جو سرشار ہوا ہوں تو مستی سے چونک اٹھا ہوں !
ایک سرور کا عالم مجھہ پر طاری ہے !
اور دنیا میرے نغموں سے معمور ہے !
دوست ! میں نے ان کانوں سے سنا ہے اور ان آنکھوں سے انکھیں ملائی ہیں !
اس دیکھی بھالی دنیا میں میں نے اُس اندیکھے کی تلاش کی ہے !
جبھی آج دنیا میرے نغموں سے گونج رہی ہے !

جب نغمہ کے اندر سے میں اس دنیا پر نگاہ ڈالتا ہوں '

تب میں اسے پہچانتا ہوں ' تب میں اسے سمجھتا ہوں !

تب روشنی کی سنہری گفتگو سن کر فضاے آسمانی کا

دل محبت سے بھر آتا ہے !

تب میں اس دنیا کی خاک کے ہر ذرہ میں عرفان کا

آخری پیغام پاتا ہوں !

تب دنیا باہر سے میرے دل میں آکر سما جاتی ہے !

تب تھرّاتی ہوئی گھاس کی ہر پتّی کے ساتھہ میرا دل

بھی خوشی سے تھرّا اُٹھتا ہے !

حسن کی ہر تحریر اور سرور کی ہر لہر اپنی حدود کھو

بیٹھتی ہے !

تب میں ہر اشارہ میں عرفان پاتا ہوں !

جب نغمہ کے اندر سے میں اس دنیا پر نگاہ ڈالتا ہوں '

تب میں اسے پہچانتا ہوں ' تب میں اسے سمجھتا ہوں !

پروباھی‌نی

جس صبح میں نے گھاٹ پر سے کشتی کو کھول دیا ، لنگر
اٹھا لیا ؛

کس ملک کا سفر ھے ، کہاں جانا ھے ، اس بات کا مجھے
علم نہ تھا -

میں نے تو صرف لنگر اٹھا کشتی کو دریا میں چھوڑ دیا !
نشان اتار لیا !

کشتی کھینے کی میں نے کوشش نہیں کی--صرف دھارے
کے منہ پر بہ نکلا !

دریا کے کنارے کنارے ، درختوں کی شاخوں پر پرندوں نے
گا گا کر مجھے پکارنا شروع کیا !

دوپہر کے وقت چرواھا درختوں کے سایہ میں اپنے دھیان ،
بیٹھا بانسری بجاتا رھا !

اس وقت میں نے یہ بھی نہ سوچا کہ سورج مغرب میں
جا کر ڈوب جائیگا !

اسی دریا میں اگر بہتا چلا گیا تو یہ کشتی میری بالآخر
سمندر میں جا پہنچے گی !

گھاٹوں سے گذر ساحل کو چھوڑ کشتی بہتی چلی گئی !
مجھے اکیلے ھی اسے تاریک سمندروں میں کھینا ھو گا !
آسمان پر ستارے حیرت سے میرا منہ تاکنے لگے !

سمندری گدھ ساحل کی طرف اپنے آشیانوں کو لوٹ آئے !
اے میری بیدار روح !
بہنے دے ان آزاد موجوں پر اس آزاد کشتی کو بہہ جانے دے !
اور گا ، گا ، تاریک سمندر کی اس اندھیری رات میں بحر بے کراں کے سفر کا گیت گا !
اگر راہ کا نشان مٹ چکا ہے تو خوف تجھے کس بات کا ہے ؟
اگر کچھہ سوجھتا نہیں تو پرواہ کسے ہے ؟
بارش اگر موسلا دھار آئی ہے تو آنے دے !
دے ، زنجیروں کو توڑ نکل بھاگے ہوے طوفان کے ریلے میں اس کشتی کو اڑ جانے دے !
اے میری بیدار روح ! اب تو وہاں ہے جہاں کوئی دوسرا موجود نہیں ، کوئی ساتھی نہیں !
یہاں وحدت کا عالم ہے !
لے ، اس بے انتہا ، بے پایاں ہستیٔ نا معلوم کو لے ،
اسے اپنے سینہ میں سما جانے دے !

کھیا

زمانہ کے دونوں ہاتھوں میں دو مجیرے ہیں جو سدا
بج رہے ہیں—
دائیں اور بائیں !
ان کی جھنکار سے نیند اڑ جاتی ہے '
ناچ نت نئی تال کی تھاپ پر جاگ اٹھتا ہے—
پھولوں میں کانٹوں میں ' روشنی اور تاریکی کے زیر و بم
میں' دیکھہ ! زندگی کے ہر رنج میں ہر خوشی میں
زمانہ کے مجیروں کی صدا ہے !
زمانہ کے ان مجیروں کی تال کے ساتھہ ساتھہ '
صبح و شام کا مد و جزر گویا—
اس عالمگیر رنگ روپ کے سمندر میں موجیں ہیں کہ
اٹھتی ہیں اور گرتی ہیں !
یہ اندھیرے اور اجالے کا ملاپ رنگ رنگ کے بول
پیدا کرتا ہے !
اے شاعر !
تو زمانہ کے ان مجیروں کی تال کے ساتھہ اپنے راگ کا رنگ
باندہ !
گریہ و خندہ کی تان کھینچ !
سن ! موت و حیات کی محفل رقص کے طبلہ کی تھاپ
میں اُس نے تجھے پکارا ہے !

زمانہ کے دونوں ہاتھوں میں دو مجیرے ہیں جو سدا
بج رہے ہیں—
دائیں اور بائیں !

پروباھی نی

دیکھو ' رات کیسی اندھیری ہے !

دریا کے اُس پار وہ گھنا جنگل رات کی اجھاڑ سی تاریکی میں ڈوبا ہے !

اور میرے گھر میں چراغ روشن ہے !

سنو بانسری کی تان کس طرح دل میں آکر بیٹھتی ہے !

میرے ہار کے پھول ابھی تازہ ہیں—

جوانی سے سرشار آنکھیں ابھی تک بیدار ہیں !

میں کہتی ہوں ' کیا رخصت کا وقت آ پہنچا ؟

مسافر ! کیا تم چلے ؟

دیکھو تمہارا راستہ کسی نے روکا نہیں '

کسی قسم کی بندشوں سے تمہیں باندھا نہیں '

گھوڑے پر زین کسا ہے ' وہ تیار کھڑا ہے !

مگر ' میرے ان درد بھرے نغموں نے تمہیں تھام لیا ہے !

دل یہی چاہتا ہے تمہیں ٹھہرا لوں ' روک لوں ' جانے نہ دوں—

لیکن ' صرف ان آنکھوں سے جو تیری طرف یوں حسرت سے تاک رہی ہیں !

مسافر ! مجھہ میں قوت نہیں ' میں کمزور ہوں '

صرف میری آنکھوں میں بے اختیار آنسو ہیں کہ بہتے چلے جارہے ہیں !

اور تمہاری آنکھوں میں یہ ماندگی سی کیسی ہے ؟

یہ تمہارے خون میں بیقراری سی کیسی ہے ؟

معلوم نہیں اس اندھیری رات کی تاریکی میں سے تجھے کس نے اشارہ کیا ہے ؟

شاید آسمان کے کنارے ثریّا کے اُس گچھے نے تمہارے کان میں جھنجھنا کر کچھ سنا دیا ہے ؟

اس اندھیری رات کی خاموش سیاہ لہروں نے معلوم نہیں تمہارے دل میں کیا امنگ پیدا کی ہے ؟

جسے تمہاری یہ ساکت زبان ادا نہیں کرسکتی ' جسے سمجھ نہیں سکتے '

نہ معلوم وہ سربستہ راز کس قاصد نے پہنچایا ؟

مسافر ! اس دنیا کا جھمیلا تمہیں نہیں بھاتا ' تم بے تاب ہو '

تو میں شمع گل کیئے دیتی ہوں—

بانسری کی تان خاموش کیئے دیتی ہوں !

ہم تم دونوں اکیلے رات کی اس خاموش تنہائی میں چپ چاپ بیٹھے رہیں گے !

صرف جھینگروں کی آواز دریا کے اُس پار سے گونجتی ہوئی آئیگی !

رات کے تاریک پردہ سے تھکا ماندہ پچھلی رات کا آدھا چاند '

کھڑکی میں سے تمہاری خواب آلودہ آنکھوں کی طرف
تاکتا رہ جائیگا !

اے راہ کے جلونی ' رہنے دے اپنی باتیں !
اس پچھلے پہر یہ بیکلی کیسی ؟

کھیا

میں بے قرار ہوں !

اے تو کہ بہت دور ہے ' میں تشنۂ دیدار ہوں !

میرے دن اسی کے دھیان میں کٹ گئے '

اس کو پانے کی آرزو میرے دل میں ہے اور آنکھیں اُس کی راہ پر ہیں !

اے تو کہ جس پر میں دل و جان سے فدا ہوں—

میں تشنۂ دیدار ہوں !

وہ جو کہ بہت دور ہے ' دور—غیر محدود کے اُس پار—دور '

بانسری میں تان پھونک رہا ہے !

ہائے میں صرف تڑپتا ہوں ' بار بار بھول جاتا ہوں—

میرے پر نہیں ' میں اُڑ نہیں سکتا !

میرا دل بے قرار ہے !

اے تو کہ بہت دور ہے ' تیرے فراق میں دل و جان سے گذرا !

یہ صحیح ہے کہ ڈوبتے ہوئے آفتاب کی رنگین کرنوں نے میرے روشن دنوں کو خواب شیریں کے رنگ میں رنگ دیا ہے !

یہ درختوں کی تر و تازگی اور ان کا سایہ ہے کہ جس کے نغمۂ دلکش نے گلشن پر ایک حالت وجد طاری کی ہے !

یہ شاید تیرا رخسار ہے جسے نیلے آسمان پر رکھے تو
محو خواب ہے !

یہی تیرے رخ زیبا کا نور ہے جو آنکھوں کی راہ میرے دل
میں اُتر رہا ہے !

اے تو کہ بہت دور ہے ' بہت دور—
میں تشنۂ دیدار ہوں !

وہ جو کہ بہت دور ہے ' دور ' غیر محدود کے اُس
پار—دور '
اپنی بانسری میں بے قرار نغمے پھونک رہا ہے !

ہائے ! میں بھول بھول جاتا ہوں کہ دروازہ میرے سامنے
بند ہے !

اُتشرک

۸

زندگی ! هر لحظہ نئے رنگ میں آ !

نت نئے رنگ میں آ ، خوشبو میں آ ، نت نئے گانے میں آ !

هر لحظہ نئے رنگ میں آ ، نئے ڈھنگ میں آ !

باد صبا کے جانفزا جھونکوں میں آ !

دل میں سرور محض کی صورت میں آ !

آ ، انتہائے مسرّت سے میری ان نیم وا آنکھوں میں آ !

هر لحظہ نئے رنگ میں آ ، نئے ڈھنگ میں آ !

اے لطف و کرم ! اے حسن درخشاں ! اے سراپا اطمینان !

ہمارے دلوں کی هر خوشی میں آ !

ہمارے درد بھرے سینوں میں آ !

زندگی کے هر عمل میں ، هر زندگی کے لمحۂ آخرین میں—

تو اپنے رخ سے نقاب اُٹھا ، جلوۂ شباب دکھا !

هر لحظہ نئے رنگ میں آ ، نئے ڈھنگ میں آ !

جب تک میں خاموش ' بے حس اور بے حرکت تھا '
میری زندگی میری پیٹھ کا بوجھ تھا ' اک بار گراں تھا !
میں اس دنیا کو غرضمند حریص کیڑے کی طرح کاٹ کاٹ
کر کھاتا رہا !
حرص کی شدت سے میری آنکھوں میں نیند نہ تھی !
کئی مصیبتوں کا بوجھ میرے سر پر بڑھتا چلا گیا '
معقول بحث و مباحث میں میری زندگی پختہ سالی
کو پہنچی '
شک و تذبذب کی برف باری سے میرے بال سفید ہوگئے !

دفعتاً اس دنیا کے تازیانہ کی چوٹ نے مجھے چونکا دیا '
میں ہوش میں آیا !
مجھ میں حرکت پیدا ہوئی — حقیقت کے چہرے سے
نقاب سرکنا شروع ہوا !
غم و اندوہ کا اندوختہ زندگی کے بہتے پانی کے بہاؤ میں
بہنے لگا !
رفتار کے بہتے پانی کی رو میں میری زندگی آلائشوں سے
دھلنے لگی !
اقدام ' آب حیات کا وہ سدا بہتا دریا ہے جو ہر لحظہ
نئی زندگی نیا شباب پیش کرتا ہے !

بھائی ! جبھی تو میں مسافر ہوں !
میری نگاہ سدا سامنے راستہ پر ھے !
موت کی زنجیروں میں گرفتار ' غرضمندانہ زندگی کے
گوشہ میں یہ مسافر قید نہیں رھنے کا !
ابدی زندگی کا سہرا مجھے حاصل ھے !

اس سہرے کے پھول ابدی زندگی کے بہتے پانی ھی میں
زندہ رھتے ھیں !

بڑھاپے کا وہ پہاڑ سا بوجھہ ؛ عمر بھر کا اندوختہ میں نے سر
سے اتار پھینکا ھے !

دل ! یہ آسمان آج اپنے کمال کو اپنی رفتار کے مستانہ
رقص ھی سے پہنچا ھے !

اس کائنات کا " شاعر " اپنی رتھہ پر سوار اپنی رفتار
کی سرتال سے عالم میں اپنے راگ کی ھوا باندھے ھوئے ھے !
اُپنے نغمۂ تکوین کو گائے جا رھا ھے !
اور سورج چاند ستارے اس کے ھمنوا ھیں !

بولاکا

گھنگھور گھٹاؤں کی گرج میں تیری بانسری کی تان ھے !
واہ ! کیا آسان سی تان ھے ' کیا سادہ الاپ ھے !
میری آرزو ھے کہ ایسی ھی تان میری زندگی کی تان ھو !
میرے آقا ! مجھے اپنے راگ کے سننے کے لائق کان دے !
میں تیرے ان عالم گیر نغموں کو بھولنے کا نہیں !
تیرے نغموں کی بیدار سروں سے میری زندگی شاداب رھے
گی ' میں سرشار رھوں گا !
یہ صحیح ھے کہ یہ بے انتہا زندگی موت کے پردہ کے پیچھے
منہ چھپائے ھے !
ان گھٹاؤں کی گرجتی جھنکاروں پر سمندروں میں موجیں
مستانہ وار ناچتی ھیں !
میرے محبوب ! مجھے بھی اب غفلت سے آزاد کر !
مجھے بھی اپنے نغمہ کی جھنکار کے اُس گہرے عالم میں
بیدار رکھ---
جہاں بے قراری کے دل میں ازلی قرار کا مقام ھے !
گھنگھور گھٹاؤں کی گرج میں تیری بانسری کی تان ھے !

گیتانجلی

میں بھکارن ہوں !

گاؤں گاؤں میں گھر گھر سے بھیک لیئے لوٹ رہی تھی '
بادشاہ ! تو اس وقت اپنی سنہری رتھہ پر سوار آرہا تھا !
واہ ! کیا دل و جان کو حیرت میں ڈال دینے والا منظر تھا '
میں حیران دیکھتی رہ گئی !
کیا دلفریب ' کیا ہی خوب صورت تیرا لباس تھا !
کیا انوکھی سج دھج تھی ! واہ ! وا واہ !
میں دل ہی دل میں سوچ رہی تھی ' آخر یہ کس شہنشاہ کی آمد ہے ؟
آج میری رات جب صبح ہوئی تو اس وقت کیا ہی نیک ساعت تھی !
واہ ! جب تو آج مجھے بھیک کے لیئے در بدر پھرنا نہیں پڑیگا !
واہ ! آج باہر نکلتے ہی یہ کس کی زیارت نصیب ہوئی !
رتھہ پر سے چاروں طرف زر و دولت بکھیرتے چلے جاتے ہیں !
میں مٹھی بھر بھر کے اٹھا لوں گی !
دفعتاً دیکھتی ہوں کہ بادشاہ کی سواری میرے قریب آکر رک گئی !
بادشاہ میرے منہ کی طرف تاکنے لگا ' پھر رتھہ پر سے اُتر آیا !

اللہ اللہ ! اُس روشن چہرے پر کس قدر اطمینان تھا !

آہ ! میرے دل کے ہر درد کے لیئے اُس کے رخ کا نظارہ دوا ھے !

شہنشاہ نے میری جانب ھاتھہ بڑھا کر کہا : " مجھے بھی کچھہ مل جائے ! "

پھوٹتے نصیب ! شہنشاہ ! یہ کہا ؟

میں شرم سے پانی پانی سر جھکائے کھڑی کی کھڑی رہ گئی !

" تیرے یہاں کس چیز کی کمی ھے ، شہنشاہ جو بھکارن سے بھیک مانگتے ھو ؟ "

" میرا امتحان چاھتے ھو ؟ "

جھجھکتے ھوئے میں نے جھولی میں سے ایک چھوٹا سا دانہ اتھا کر بادشاہ کی ھتھیلی پر رکھہ دیا !

گھر پہنچ کر میں نے جھولی کو زمین پر خالی کیا ــــ ارے واہ ! یہ کیا ؟

یہ ایک چھوٹا سا سونے کا دانہ کیسا ھے ؟

ھائے ! جو کچھہ میں نے اُس بھکاری شہنشاہ کو دیا ، کندن ھوکر لوٹ آیا !

میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے !

آہ ! میں نے اپنا سبھی کچھہ اس کے قدموں پر نثار کیوں نہ کردیا ؟

لھےیا

بہار اپنا نغمہ کس وارفتگی سے خاک پر لکھتی چلی جارہی ہے !

زمین کے لبوں پر آج رنگین مسکراہٹ طاری ہے !

بہار اپنا گلگون پیرہن بار بار بدل کر گوناگوں صورتوں میں جلوہ دکھاتی ہے !

بار بار حسن کی سدا نئی صورتوں سے دامن بھر بھر کے لاتی ہے !

واہ ! کس وارفتگی سے بہار پھولوں کو نثار کرتی آرہی ہے !

میرے دل کو بہار نے آکر جگا دیا ہے !

جبھی آج مجھ پر تیرے لطف و کرم کی انتہا نہیں !

میرے دل میں تیرے دیدار کا ، تیرے وصال کا خواب پھر جاگ اٹھا !

سرور کی لہریں میرے رگ و ریشہ میں بجلی کی طرح کوندتی پھرتی ہیں !

رنگ رنگ کے پھول کھلتے ہیں !

واہ ! کس خود رفتگی ، وارفتگی سے بہار اپنا راگ دھول پر لکھتی چلی جارہی ہے !

پروباھی نی

میری آنکھوں کی مستي ' میرے دل کا سرور ' مجھے متوالا کر دینے والا آیا !

یہ کون ہے جسے میں دل کے اندر دیکھہ رہا ہوں !

پھولوں بھرے درختوں کے نیچے ' جھڑے ہوئے پھولوں سے باغ رنگین ہے !

اور شبنم سے بھیگی گھاس پر تیرے قدموں کی سنہری کرنیں ناچ رہی ہیں —

واہ ! مجھے متوالا کر دینے والا آیا !

تو جنگلوں میں درختوں کی گھنی شاخوں میں جھوم رہا ہے '

تو گھاس میں لوٹ رہا ہے —

اور پھول ایک دوسرے کو کنکھیوں سے تاک رہے ہیں !

یہ کیا گفتگو ہے جو یوں دل ہی دل میں جاري ہے !

تیرا ہم سنگار کریں گے !

تیرے رخ زیبا سے نقاب اٹھا دینگے !

لے دونوں ہاتھوں سے یہ نقاب اٹھا لے —

واہ ! میري آنکھوں کی مستی ' میرے دل کا سرور ' مجھے متوالا کر دینے والا آیا !

گیتانجلی

وہ جو باتوں ھی باتوں میں تیری حقیقت ہم پر کھولنا چاھتے ہیں '

وہ خود تو باتوں ھی کے پھیر میں ھیں '
باتوں کے جنجال میں الجھے ھیں !
باتوں ھی کے جال میں ھمیں بھی پھانسنا چاھتے ھیں !
ایک کی بات دوسرے کی سمجھہ میں نہیں آتی !
جس قدر وضاحت سے وہ ھمیں سمجھانا چاھتے ھیں '
باتوں پر باتوں کا طومار بڑھاتے چلے جاتے ھیں !
اور وہ جو باتیں چھوڑ تیرے گیت گاتے ھیں '
ان کے گیتوں کے سروں سے ھر کسی کے دل کا ساز ھمنوا ھوکر گونج اٹھتا ھے !
بات کو وہ سمجھیں یا نہ سمجھیں ' اس بات کے پیچھے سر نہیں کھپاتے !
ان کے دل کا درد تو تیرے قدموں سے جا ٹکراتا ھے !

اس راستے کے کنارے میں اپنے نغموں کے نقش و نگار بناے دیتا ہوں !

اے ہر راہ کے مسافر ! اس راہ سے گذرتے ہوے میرے ان نغموں کے نقش و نگار پر قدم رکھنے کی عزت سے مجھے سرفراز کرنا !

یہ پرندہ تیرا جو صبح کے وقت تیری حمد و ثنا میں گیت گا رہا ہے '

تیری یاد میں سدا نغمہ سرا ہے !

جب تو صبح کی سنہری کرنوں کی کشتی پر سوار اس گھاٹ کے پاس پہنچے '

تو میرے صبح کے نغموں کے اس ساحل پر آکر ذرا ٹھہر جانا !

آج سویرے بادلوں کا بھیگا سایہ گھنے جنگلوں میں بھٹکتا پھر رہا ہے !

خوشی سے بھرآئی ہوئی آنکھوں کی طرح آسمان شبنم سے بھیگا ہے !

اپنے اس صبح کے نورانی لباس میں ' تاڑ کے جنگلوں اور میدانوں کے اس پار—

دور ' جو تو آن کھڑا ہوا ہے ' تو اب یوں ہی لوٹ نہ جانا !

اے ہر راہ کے مسافر ! میرے برسات کے اس ملار کے اندھیرے میں ذرا توقف کرنا

اس راستے کے کنارے میں اپنے نغموں سے تیری مسند کو
سجائے دیتا ہوں !
اس پر کچھ دیر بیٹھنے کی عزت سے مجھے سرخرو کرنا !

پروباھی نی

شکل و صورت کے سمندر میں غوطہ زن ہوں !
مجھے شکل و صورت سے مبرا ایک جوہر کی تلاش ہے !
گھاٹ گھاٹ پر سر گرداں پھرنا میں نے چھوڑا !
اس پرانی ناؤ کو اب میں دریا میں نہیں ڈالتا !
ممکن ہے کہ اب وقت آ پہنچا ہو اور زمانہ کی موجوں کے تھپیڑے کھانا میرے نصیب میں نہ ہو !
شاید اب وہ وقت آ پہنچا ہے جب مجھے آب حیات کے قلزم میں غوطہ زن ہو کر حیات ابدی میں جان دے دینا ہوگی !
جہاں بے صدا نغمے سدا سے گائے جارہے ہیں !
اب میں اپنے دل کی ستار کو وہیں لے چلتا ہوں—
جہاں محفل سرود سدا اپنی رونق میں ہے ' وہاں پہنچ کر مجھے ازلی نغمے گانے کی خواہش ہے !
اور وہ نغمہ جو زندگی کے آخری آنسوؤں کے تار سے پیدا ہوتا ہے ' اسے گاتے ہوئے میں اپنے ساز کو اُس سدا خاموش کے قدموں پر رکھہ دونگا !
شکل و صورت کے سمندر میں غوطہ زن ہوں کہ مجھے شکل و صورت سے مبرا ایک جوہر پانے کی اُمید ہے !

دن تمام ہو چکا !

یارب ! میری آنکھوں پر سے یہ غروب آفتاب کے منظر کا رنگین پردہ اتھا دے !

تاریکی کے سینہ میں ازلی نور کا مقام ھے !

بس وھیں پر سے اپنا حجاب اتھا دے !

تمام باتیں مل ملا کر انتہا میں ایک ہو جاتی ھیں ،

خاموشی کے قلب میں حقیقت کی پکار ھے !

بس وھی حقیقت میرے کان میں کہدے !

۱۸

اس بات کی بحث نہیں کہ میں نے بات سمجھی یا
نہیں سمجھی ،
وہ بات مجھے بھا گئی ، بات تو صرف یہ ہے !
صبح کی روشنی سے میری آنکھیں لبریز ہیں ،
اس ازلی سرور کو میں ہر روز ایک نئے رنگ میں پاتا
ہوں !
واہ یہ کون ہے جسے میں دیکھہ رہا ہوں ؟
میں نے اُسے دیکھا نہیں ، جبھی میرے دل میں خوف ہے !
میں نہیں سمجھتا کہ آخر یہ سب کچھہ کچھہ بھی نہیں !
خواب غفلت سے جب میں بیدار ہونگا ، میرے لبوں پر
تبسم ہوگا !
اور وہی ذات جو خواب میں اس زندگی کے گہوارے کو
ہلا رہی تھی ، مجھے اپنے آغوش میں اتھا لے گی !

میرے آقا ! تیرے انتظار میں آنکھیں اب تک بیدار ہیں !
تجھے دیکھنا نصیب نہیں ہوا ' تیری راہ دیکھتا ہوں '
یہ راہ دیکھنا بھی دل کو بھاتا ہے !
دروازہ کے باہر زمین پر بیٹھا ہوں—
یہ میرا بھکاری دل تیرے کرم کا خواستگار ہے !
تیرا کرم مجھ پر نہیں ' صرف تیری راہ دیکھتا ہوں '
یہ راہ دیکھنا بھی دل کو بھاتا ہے !
اس دنیا میں لوگوں نے بڑی بڑی مہمیں انجام دیں '
سکھ آرام پایا ' نیک کاموں میں سبھی مجھ سے بازی
لے گئے !
میرا ساتھی مجھے نہ ملا ! میں تجھے ہی چاہتا ہوں !
یہ چاہنا بھی دل کو بھاتا ہے !
سب محض سرور ہے ' آب حیات ہے جو چاروں طرف
یوں موج زن ہے !
اور یہ حسین دنیا اپنے عشق میں کیسی بے قرار ہے !
مجھے تو صرف رلاتا ہے ! تجھے دیکھنا میری قسمت میں
نہ تھا !
صرف ایک درد میرے دل میں ہے '
یہ درد بھی دل کو بھاتا ہے !

تیرا راگ میں کب سے گاتا چلا آرھا ھوں ' یہ کوئی آج کی بات نہیں !

مجھے یاد نہیں میں کب سے یوں تیری طرف تاک رھا ھوں ' یہ بھی کوئی آج کی بات نہیں !

جس طرح چشمہ کا پانی سدا سے بہتا چلا آتا ھے '

معلوم نہیں وہ کس کی تلاش میں نکلا ھے '

زندگی کے چشمہ کے بہاؤ میں مَیں بھی بہتا چلا آیا ھوں اور یہ کوئی آج کی بات نہیں !

تجھے کتنے ھی ناموں سے میں نے پکارا ھے !

تیرے تصوّر میں طرح طرح کی تصویریں میں نے اپنے تخیل میں کھینچی ھیں !

واہ ! یہ کیا سرور ھے جس کے دھارے کے منہ پر بہتا چلا جا رھا ھوں !

پھول جس طرح بے خبری کے عالم میں روشنی کا انتظار کرتے ھیں ' اور رات کٹ جاتی ھے '

اسی طرح تیرے وصال کی آرزو میرے دل پر چھائی ھوئی ھے '

یہ کوئی آج کی بات نہیں !

گیتانجلی

بس یہی تو تونے خوب کہا !

اے قہّار ! واہ ' خوب کیا !

اسی طرح میرے دل و جگر میں غم و اندوہ کی آگ دھکتی رہے !

میرے اس لوبان کو اگر آگ میں نہ جھونکا جائے تو یہ خوشبو نہیں دیتا !

میری اس شمع کو جب تک جلایا نہ جائے یہ روشنی نہیں دیتی !

جب تک میرا دل غفلت کے نشہ میں سرشار تھا '

اے قہرمان ! تیرے پاؤں کی ٹھوکر ھی اس کے لیئے تیرا لطف تھا تیرا کرم تھا !

یہ حرص کی تاریکی تھی جس میں میں تجھے پہچان نہ سکا !

ھاں ' تو پھر اب بجلی گرے !

یوں گرے کہ دفعتاً میری تاریکیوں میں اُجالا ھوجائے !

واہ ! یہی تو تونے خوب کیا !

اے قہّار ! بس اسی طرح میرے دل میں غم و اندوہ کی آگ بھڑکتی رہے !

گیتانجلی

زندگی کے سُر!

تیرے ساز کی جس سُر کے ساتھ، سُر ملاکر گانا چاھتا ھوں،
میں اپنے ساز کے تار تار میں اُس کی تلاش کرتا ھوں اور
نہیں پاتا!

صبح سویرے پرندوں کا گاتے ھوئے جاگنا،
ندی کے پانی کا اتھلاتے ھوے بہتے چلے جانا،
بادلوں کا دلفریب رنگوں میں بدلتے رھنا،
چاندنی کا دریا کے کنارے پر سادگی سے لوٹنا،
ساون کی اندھیری رات میں بارش کا موسلا دھار برسنا —
میں اسی طرح کی صاف اور سادہ سروں کا متلاشی ھوں!

اسی طرح کی بھرپور سروں کا جن سے معنی خود بخود
ٹپکتے ھوں،
جو پھولوں کی طرح خود بخود کھل جاتی ھوں —
اور پھولوں ھی کی طرح ھر لحظہ نئی اور جاودانی زندگی
کے نشان ھوں!
قدیم ترین زمانہ سے رائج ھوں!
وہ گانا جو سبھی گاتے ھیں میں اُسی کی تلاش میں سر
گرداں ھوں!
اور یہ جو میرا نیا ساز ھے یہ نئے تاروں سے بندھا ھے!

اس میں نت نئی سروں سے نئی ایجادوں کی فکر میں رھتا ھوں ' نئی کاوشوں میں !

جبھی باد نسیم کی ھلکی ھلکی آزادانہ بہنے والی لہروں میں میرے ساز کی سریں اس سادگی سے نہیں گونجتیں !

جبھی میرا گیت آسمان کی خاموش اور پر نور فضا میں غیر مانوس اور اجنبی سا معلوم ھوتا ھے !

جبھی میری زندگی میں ھر قدم پر ٹھوکر کا سامنا ھے !

جس[1] قدر سخت کوشش میں کرتا ھوں یہ کوشش ھی میرے لیئے بوجھل ھوجاتی ھے !

میں اپنے نغموں میں کیا ادا کرنا چاھتا ھوں ' خود مجھے بھی اس کا علم نہیں !

جبھی میں تیرے راگ سے سُر ملا کر گا نہیں سکتا !

[1] جیسا

دعا

میرے آقا !

میری التجا تجھ سے یہ نہیں کہ مجھے اس دنیا کے رنج و غم سے تو آزاد کر دے !

نہیں ' میری دعا تو یہ ھے کہ مجھے توفیق دے میں اپنے درد و غم کا بلا خوف و خطر مقابلہ کرسکوں !

اپنے مصائب پر فتح حاصل کرنے کی مجھے قوت عطا کر !

درد و غم کا طوفان ہو ' مصیبتوں کی اندھی بوچھاڑ ھو '

گو میرے دل کو تو اِطمینان نہ بخشے '

میری دعا یہ ھے کہ مجھے رنج و غم پر غالب آنے کی توفیق دے !

یوں ھو کہ میرا سہارا نہ ٹوٹے '

میری قوت میرے ھاتھ سے نہ چھوٹے '

اس دنیا میں انتہائی خسارہ اٹھانے کے بعد ' اپنے بچاؤ کی ایک صورت—موت دیکھکر میں مرجانے کی خواھش نہ کروں !

زندگی کے اس نا پیدا کنار سمندر سے تو میری کشتی کو سلامتی سے کنارہ لگا دے '

نہیں ' یہ میری التجا نہیں !

مجھے خود تیر کر پار کرنے کی ہمت عطا کر !
میں نہیں کہتا تو میرے بوجھ سے مجھے سبکسار کردے ،
نہیں ، یوں ہو کہ میں اپنا بوجھ اٹھا سکوں !
میرے آقا ! میری دعا یہ نہیں کہ تو مجھے اس دنیا کے
رنج و غم سے آزاد کر دے !

سدا کا ساتھی !

اُس وقت میں اپنے بستر پر پڑا سو رہا تھا جب اچانک
ھي کسی نے مجھے پکارا !
عالم اس وقت اپنے ستاروں کی روشنی میں چپ چاپ
کھڑا تھا !
اور زمین پر سخت اندھیری رات تھي !
میرے دوستوں نے مجھ سے کہا : " بھلے آدمی کہاں چلے ؟
اندھیرے میں راستہ ڈھونڈھے نہ پاؤ گے ! "
میں نے کہا : " مجھے پرواہ نہیں ! یہ شمع میرے پاس
ھے ' اسی کی روشنی میں راستہ دیکھتا چلا جاؤں گا ! "

شمع جس قدر اپنی قوت کے بل پر لو اونچی کیئے جل
رھی ھے '
اسی قدر اُس کی روشنی میری آنکھوں کو چندھیائے
دیتی ھے !
اس شمع کی روشنی پرچھاوں سے مل کر فریب دہ شکلیں
پیدا کرتی ھے '
حیرت انگیز صورتیں نظر آتی ھیں '

روشنی سے اندھیرا مل کر وہ طلسم کاری کرتا ہے کہ میں حیران کھڑا دیکھتا رہ جاتا ہوں !

اس طرح کا آدھا دیکھنا اور آدھا نہ دیکھنا مجھے اندھا کئیے دیتا ہے !

شمع کی لو بے قرار ہوا سے ٹکرا کر کانپ کانپ اُٹھتی ہے !

پاوں میں کانٹے الجھتے ہیں !

دفعتاً کسی درخت کی گھنی شاخوں سے میرا سر ٹکرایا ' شمع میرے ھاتھ میں بجھ کر رہ گئی !

دیکھتا ہوں نہ معلوم کب سے راستہ کھو چکا ہوں ' بے راہ چلا جا رہا ہوں !

رات سخت اندھیری ہے !

میری آنکھوں میں آنسو امنڈ آئے ' میں زار زار رونے لگا !

میں نے سر جھکا کر عرض کیا : " اب مجھ میں طاقت نہیں راستہ ڈھونڈھنے کی ! "

دیکھتا ہوں نہ معلوم کون میرے پیچھے پیچھے کب سے آ رہا تھا !

وھی میرا سدا کا ساتھی !

پرورباھی نی

*

۲۵

نجات ؟

بس رہنے دے ' یہ تسبیح گردانی یہ عبادت اور وظیفہ خوانی رہنے دے !

بھلے آدمی یہ عبادت گاہ کے کواڑ بند کیئے تو اندھیرے کونے میں کیوں بیٹھا ہے ؟

کس کی عبادت کر رہا ہے ؟

آنکھیں کھول کر دیکھ وہ اس گھر میں نہیں !

جہاں دہقان مٹی کے ڈھیلے پھوڑ پھوڑ کر زمین کی کاشت کر رہا ہے '

جہاں پتھر توڑ توڑ کر مزدور سڑک کوٹ رہا ہے !

اور سال بھر وہ اسی کام میں اپنا خون پسینہ کی راہ بہا رہا ہے '

وہ دھوپ اور پانی میں اُن کے ساتھ ہے !

اس کے دونوں ہاتھ مٹی سے بھرے ہیں !

بس تو اسی کی طرح یہ اپنا مقدس جبہ اتار پھینک !

زمین پر آکر بیٹھ !

نجات ؟

نجات کہاں ہے ؟ نجات کس سے پاؤ گے ؟

پروردگار تو خود اپنی آفرینش کی زنجیروں میں ہم سب کے ساتھ بندھا پڑا ہے !

چھوڑ ان مراقبوں کو ، پھینک یہ سب نذر و نیاز !

تیرے لباس کے چیتھڑے اڑتے ہیں تو اڑنے دے !

اگر کیچڑ سے تیرا لباس لت پت ہوتا ہے تو پرواہ نہ کر، بلا سے !

اگر تیری پیشانی سے پسینہ ٹپک پڑے تو کیا ہوا ؟

باہر آ ، زندگی کے اعمال میں تو اس کا ساتھ دے !

رھبانیت کی نجات میری نجات نہیں !

میں دنیا کی ان بے شمار مسرت بھری بندشوں میں آزادی
کی لذت کا جویا ھوں !

اس جہان خاکی میں میں اپنے جام سفالیں کو بار بار
آب حیات سے بھرتا ھوں اور خالی کرتا ھوں !

اپنے اس گھر کو تو اُس کی عبادت گاہ کی طرح اپنے چراغ
سے روشن رکھ—

جس طرح خود اُس نے اپنی اس دنیا کے آسمان کو ستاروں
سے روشن کر رکھا ھے !

حواس کے دروازہ بند کر رکھنا ،

اپنے پاؤں میں ریاضت شاقہ کی کڑی زنجیریں پہننا ،

یہ میرا کام نہیں !

آنکھوں کے نظارہ میں ، نغمہ میں ، خوشبو میں جو
مسرت ھمیں حاصل ھے ،

اے خدا ! تیری خوشی بھی انہی میں کہیں ھوگی !

یہ میری آرزوئیں ھیں جو اپنی جگمگاتی ھوئی صورتوں
میں میری نجات کا باعث ھوں گی !

اور میرا عشق میری نیازمندی میں اپنے کمال کو پہنچے گا !

رھبانیت کی نجات میری نجات نہیں !

ٹوٹی بیدیا

میرے آقا ! اس عالمگیر زندگی میں جہاں تو آپ موجود ھے '

میرا تعلق بھی تجھ سے وھیں ھے !

ان جنگلوں اور میدانوں میں کوئی نہیں !

ھم سب سے الگ اور دور کوئی نہیں !

صرف میرے ھی اپنے دل میں کوئی نہیں !

میرے آقا ! جہاں تو ھر ایک کا ساتھی ھے ' وھیں تو میرا بھی رفیق ھے !

جہاں تو اپنی محبت سے عالم گیر زندگی کو اپنے سینہ سے لگائے ھے '

'میرا عشق بھی تجھ سے اُسی زندگی کی دلبستگی میں ھے !

عشق صرف گھر ھی کی چاردیواری میں محدود نہیں رھتا '

وہ روشنی کی طرح چھا جاتا ھے ' پھیل جاتا ھے !

دوست ! تو سب کے دل کی خوشی کا ایک سرچشمہ ھے !

میری خوشی بھی تیرے ھی سرور میں ھے !

نور کی عظمت !

کس طرح اپنے دل کے سرور کو زبان سے ادا کروں !

صبح کا وقت ہے اور میرا دل خوشی سے ناچ رہا ہے !

اب میں یہ نغمہ میں کس طرح ادا کروں کہ وہ کون سی دولت ہے جو مجھے ملی ہے ؟

میں آج نور کی عظمت میں سانس لے رہا ہوں !

حسن بے نظیر اور سرور بے مثل کے عالم میں میں نے اپنے دل کے خلوت خانہ میں اپنے دل کے شہنشاہ کو دیکھا ہے !

اور اس خاموش محفل میں میں نے اس سے گفتگو کی ہے !

میں نے اس بے پایاں زندگی کے شہنشاہ کو دیکھا ہے !

لیکن اُس نے میری جانب نگاہ اٹھاکر دیکھا بھی یا نہیں ؟

اُس کی اُن پھول کی پنکھڑیوں سی انگلیوں نے مجھے چھوا بھی یا نہیں ؟

یہ باتیں میرے دھیان سے جاتی رہی ہیں !

بے انتہا خوشی کے عالم میں ان باتوں کو بھول گیا ہوں !

مجھے معلوم نہیں کیا ہوا !

صرف یہ معلوم ہے کہ میری آنکھوں سے مسرت کی روشنی قطرہ قطرہ ٹپک رہی تھی !

میری آنکھیں جو سرور کے آب حیات سے شاداب ہیں ،
پھولوں کی طرح کھل گئی تھیں !

جدھر دیکھتا تھا یہی محسوس کرتا تھا کہ میں نے کسی
کو پا لیا ہے !

لیکن میں نے کسے پایا یہ میری زبان سے ادا نہیں
ہوسکتا !

کیا سبب ہے کہ فضاء آج خوشی سے ایک وجد کے عالم
میں ہے ؟

وہ کون ہے جو اس لاجورد آسمان کو اپنی ہستی سے معمور
کئے ہے ؟

میں نے اپنے آپ کو اُسی کے سپرد کیا ہے ،
میرا جسم اُس کے نور سے مل کر ایک ہو چکا ہے !

یہی سبب ہے کہ صبح کی رنگین شعاعیں میرے جسم
کے ذرات سے گھل مل گئی ہیں !

میں دل و جان سے اس پر نثار ہوچکا ہوں جس کا ضمیر
روشن یہ تمام عالم ہے !

میرا وجود اُس کے ذرات میں کھو گیا ہے !

جس طرف نگاہ اٹھاتا ہوں مجھے اپنی ہی خوش و خرم
روح جلوہ نما نظر آتی ہے !

میری ازل مسعود ہے میری ابد مبارک !

کھویا

میرا پیش کش !

آقا ! تو نے پرندہ کو گانا سکھایا '

اس گانے کے سوا اس نے دنیا کے پیش کچھ نہیں کیا !

میرے گلے میں تو نے سُر پیدا کی !

میں اس سے زیادہ پیش کرتا ہوں—میں گاتا ہوں !

آقا تو نے ہوا کو آزاد پیدا کیا !

تیرے حکم کی پابند وہ اپنی سادگی میں آزاد بہتی ہے !

میری گردن پر تو نے جس قدر بار گراں لاد دیا '

میں اسے لیکر کبھی سیدھا کبھی بھٹکتا چلا جارہا ہوں !

زندگی کے آخری روز میں اس بارگراں کو موت کے منھ میں جھونک دوں گا—

اور یوں تیرے قدموں پر لاکر رکھ دوں گا !

اس طرح اس بار سے آزاد ہوکر تیرے سامنے آن کھڑا ہوتا ہوں !

جو زنجیریں تو نے مجھے پہنائیں ' میں انہیں توڑ کر نجات حاصل کرتا ہوں !

میں آب حیات کے قلزم کا شناور ہوں !

تونے چاند کو مسکرانا سکھایا !

خوشی کی مسکراہٹ سدا اس کے لبوں پر کھیل رہی ہے !

اپنی اس ھنسی کے سیلاب سے وہ دنیا کے اندھیرے کونوں
میں اجالا کر دیتا ھے

میری قسمت میں تو نے رنج و غم میں گھلنا لکھا !
میں اس دکھ کو اپنے آنسوؤں کے پانی سے دھو کر مسرت
کی شکل میں بدل دیتا ھوں !
دن تمام ھوئے پر روز فراق کو شب وصل میں تبدیل
کر دیتا ھوں !

تونے صرف یہ جہان فانی پیدا کیا !
اور اس میں اندھیرے سے اُجالے کو لاکر ملا دیا !
مجھے اس جہان میں تونے خالی ھاتھ پیدا کیا
میری بے بسی پر تو قہقہہ زن ھے !
خلاء لامحدود کے اُس گوشہ میں بیٹھا قہقہہ زن ھے !
مجھے خدمت عطا ھوئی ھے کہ اس جہان کو بہشت کے
سانچے میں ڈھالوں !

سبھی پر تیرے انعامات کی بارش ھے '
صرف مجھہ ھی سے تو چاھتا ھے !
میں جو کچھہ اپنے عشق کی دولت سے تیرے حضور میں
پیش کرتا ھوں '
تو عرش پر سے اُتر کر اُسے قبول کر لیتا ھے !
میرے ھاتھ جو کچھہ بھی تو دیتا ھے ' میں اس سے زیادہ
تیری خدمت میں پیش کرتا ھوں !

بولاکا

جب میں آیا !

جس دن تو اپنے آپ میں اکیلا تھا ،

اُس دن تو نے اپنے آپ کو دیکھا نہیں ، پہچانا نہیں !

اورنہ اس دن کوئی کسی کی راہ دیکھتا تھا !

نہ کسی کی آہ زندگی کے بادبانوں میں جنبش پیدا کرتی تھی !

تب میں آیا !

تیری نیند اُڑ گئی !

فضاء کے گوشہ گوشہ میں روشنی کے پھول کھلنے لگے !

پھولوں ھی پھولوں میں تونے مجھے پرورش کرنا شروع کیا !

میری زندگی کے گہوارے کو تونے طرح طرح سے جھلانا شروع کیا !

تونے مجھے ستاروں میں بکھیر کر پھر آغوش میں لے لیا !

اور پھر موت کے پردہ میں چھپا کر بار بار میرے منھ پر سے پردہ اُٹھا کر دیکھا !

جب میں آیا ، تیرا دل بھر آیا !

میرے ساتھ تیرا درد میرے دل میں آیا !

میرے ساتھ تیری بہار کی خوش آفرینیاں آئیں !

موت و حیات کا مد و جزر پیدا ہوا !

موسم بہار کی بیقراری آئی !

میرا آنا تھا کہ تو بھی آیا !

میرے ہاتھ کے چھونے میں تونے اپنے احساس کو پایا !

میری آنکھوں میں شرم ہے ' دل میں خوف اور منھ پر نقاب !

پھر تیرے دیدار میں یہ نقاب حایل ہوتا ہے '

میری آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں !

میرے محبوب ! جبھی میں سمجھتا ہوں کہ میرے ہی دیدار کے لیئے تو بیقرار ہے !

اگر یوں نہیں ' تو یہ سورج چاند ستارے سب بیکار ہیں !

بولاکا

لوگوں کے آنے جانے کی اس راہ کے کنارے
میرے دن تو گیت گاتے کٹ گئے !

اب میں چلتے وقت اس فکر میں ہوں کہ یہ راگ جو
میرے سینہ میں ہے کسے سونپتا جاؤں ؟

سوچتا ہوں کہ گیتوں کی یہ گونا گوں سریں رنگا رنگ کی
فصلوں میں باندھوں !

پھولوں کے رنگوں میں ' ان کی خوشبو میں اپنے نغمے بھرتا
جاؤں !

گیتوں کی موزونیت بادلوں کی سنہری تحریر میں لکھکر
محفوظ کردوں !

ان گیتوں میں سے کچھ، تو شب وصل میں کام آنے والی
مالا کے پھولوں کی ترتیب میں بندھے رہ جائیں گے '

اور کچھ اُن ترستی آنکھوں کو جب وہ چار ہوں گی ' تر
کر دیا کریں گے !

کبھی کبھی میرے دل کا ٹکڑا کوئی جوگی بھی پالیگا !

پورابی

واہ ! یہ گانا تیرا کیا خوب ہے !

میں حیران سنتا ہوں ، ہمہ تن حیرت سنتا ہوں !

تیرے نغموں کے نور سے دنیا میں اجالا ہے !

تیرے راگ کی سریں آسمانوں میں آزاد بہتی ہیں !

تیرے نغمے ہر سنگ راہ کو بہائے لیئے جاتے ہیں ،

سریں اپنے لطف میں سرشار بہتی چلی جارہی ہیں !

میں چاہتا ہوں تیرے گیت کی سر سے سر ملا کر گاؤں

اپنے گلے میں اس سُر کو ڈھونڈھتا ہوں اور نہیں پاتا ،

میں کچھ ادا کرنا چاہتا ہوں وہ زبان پر نہیں آتا !

بار بار نا کام رہا ہوں ، ہار مانی ہے !

اپنے دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا کر گریہ و زاری کرتا ہوں !

آہ ! میرے چاروں طرف نغموں کا جال پھیلا کر تونے مجھے حیرت سے ششدر کر رکھا ہے !

جس گیت کے گانے کے لیئے میں اس دنیا میں آیا ہوں '
آج تک اُسے گا نہیں سکا !
میں آج بھی سروں کے اونچ نیچ ہی کی کھینچ تان میں
ہوں !
اس گیت کی سریں ابھی تک درست نہیں ہوئیں !
لفظوں میں دل کے راز کو ادا نہیں کیا جا سکتا !
صرف میری روح میں اسے ادا کرنے کے لیئے ایک بےقراری
ہے !
آہ ! آج بھی وہ پھول کھل نہ سکا !
صرف نسیم صبح کا جھونکا سا آکر بہ گیا ہے !
جس گیت کے گانے کے لیئے میں آیا ہوں ابھی تک گا
نہیں سکا !
میں نے اسے بے نقاب نہیں دیکھا !
نہ اس کا پیغام ہی مجھ تک پہنچا ہے !
صرف کبھی کبھی اس کے پاؤں کی آہٹ میرے کان میں
آئی ہے !
اور صرف میرے دروازہ کے سامنے سے اس کا گذر ہوا ہے !
دن بھر کی محنت کے بعد دیکھتا ہوں کہ اب تک اس
کی مسند بھی درست نہیں کر سکا !

گھر میں چراغ تک روشن نہیں ہوا !
میں کس طرح اُسے اندھیرے گھر میں دعوت دوں ؟
صرف اُسے پانے کی آرزو میرے دل میں ہے ؛
میں نے اُسے پایا نہیں !

پھولوں کے ساتھ جھڑ جھڑ کر نُچ نُچ کر ' گرد و غبار میں مل جل کر—
فنا ہو جانے کی اس تال پر بھی قدم اٹھا کر ناچ سکو گے کیا ؟
غور سے تم سنتے نہیں '
آسمان کے گوشہ گوشہ میں ' سورج چاند ستارے میں '
یہ موت کی سارنگی میں آخر کن نغموں کا شور ہے ؟
خرمن هستی کو آگ دکھا کر ' دهکتی آگ میں—
جل مرنے کی اس تال پر بھی قدم اٹھا کر ناچ سکوگے کیا ؟
وہ دیوانہ کس پاگل کردینے والے گیت کی تان پر نہ معلوم کس طرف کو چل نکلا !
پیچھے کی طرف منہ موڑ کر وہ نہیں دیکھتا ' وہ کسی زنجیر کی گرفت کو نہیں مانتا !
لٹ کر برباد ہو جانے اور چھوٹ کر نکل بھاگنے—
بس بڑھتے ہی چلے جانے کی روح پرور تال پر بھی قدم اٹھا کر ناچ سکو گے کیا ؟

اس عالم کیف سرور کی سُر تال ' راگ رنگ اور خوشبو سے متوالی بہار ' برسات ' گرما و سرما کا ایک رقص لامتناهی جاری ہے !
نسیم آزاد ہے ؟
اٹھا کر پٹک دینے ' چھوٹ کر نکل جانے ' مر کر رہ جانے کی اس تال پر بھی قدم اٹھا کر ناچ سکو گے کیا ؟

گیتانجلی

تاج محل !

اے روضۂ مرمریں !

یہ زندگی تجھے کس نے دی ؟

یہ حیات ابدی کا لبریز جام تیرے ھاتھ میں کس نے دیا !

جو تو اس طرح اس دنیا کے سرور کے پھول کو اپنے ھاتھ
میں لیئے ھمیشہ آسمان کی طرف بڑھائے یوں خاموش کھڑا ھے !

بہار واپسیں کی سرد آہ سدا تیرا طواف کرتی ھے !

شب وصال کی آخری گھڑی تھی !

آسمان کے ستاروں کی دمک پر سپیدۂ سحر سے مردنی سی
چھا گئی تھی !

رات جگی تھکی ماندی آنکھوں کے آنسوؤں کی آبشار کے
کنارے ،

غم کے مارے دل کی تاریک گہرائیوں سے جو گنگناتا ھوا
گیت کبھی سنائی دیا تھا ،

وہ آج کہیں نہیں !

لیکن اے حیات ابدی کے تاج مرمریں !

وھی نغمہ وھی نوائے غم تجھ میں آج بھی موجود ھے !

عاشق شہنشاہ نے اپنے ٹوٹتے ھوئے دل سے اپنے مایۂ فراق کا

موتی نکالا ،

اور زمانہ کی ہتھیلی پر رکھ دیا !

اس شہنشاہ کا کوئی دربان کوئی پہرہ دار اس کی محافظت کے لئے موجود نہیں !

شہنشاہ عالم کے اس درد دل کے موتی کو صرف آسمان گھیرے ہوئے ہے !

آسمان اس درد کے موتی پر ایک الفت بھرا بوسہ سدا سے دئیے ہے !

صبح اپنے نور کی پہلی کرنوں سے اُسے نہلاتی ہے !

چاندنی اسے اپنی زرد حسرت انگیز روشنی کا لبادہ اڑھاتی ہے !

اے ملکہ ممتاز ! تیرے عشق کی یاد تیرے حسن سے بقا میں سبقت لے گئی !

بولاکا

شاھجہان !

خداوند ملک ، شاھجہان !

تجھے معلوم تھا کہ زمانہ کا تیز دھارا بہا جارھا ھے ،

حسن ، زندگی ، عزت و آبرو اور دولت سبھی کچھ بہائے
لیئے جارھا ھے !

لیکن تیرے دل کا درد ؟

آہ ! شہنشاہ ! تیری یہ آرزو تھی کہ تیرے دل کا درد
ھمیشہ کے لیئے باقی رہ جائے !

تیری سلطنت جو کہ اپنے استحکام میں آسمان سے گرنے
والے برقی فولاد سے بھی مستحکم تر تھی ،

اگر وہ سلطنت غروب آفتاب کے رنگین منظر کی طرح
فراموشی کے خواب گراں کی تاریکی سے مل کر بہہ جاتی
ھے تو جائے ،

مگر ، شہنشاہ ! تیری یہ تمنا تھی کہ تیرے دل کا درد ،

سدا ایک بلند شعلہ نور فشاں کی طرح آسمان کو اپنے
درد سے سوزاں و منور رکھے !

تیری یہی ایک آرزو تھی !

تیرا جاہ و جلال ، تیری عظیم‌الشان سلطنت کی شوکت ،

جو اس دنیا کے آسمان پر ایک محیّرالعقول ' لعل و زمرد و عقیق و الماس سے مرصّع ایک قوس‌قزح کی طرح چھائی ہوئي تھی !

اگر وہ شان و شوکت عدم کی ویرانیوں میں کھو کر فنا ہوجاتی ہے تو ہوجائے '

آہ ! رہ جائے—

زمانہ کے رخسار پر تیری آنکھ سے گرنے والا ایک آنسو—

مجلا و مطھّر—تاج محل !

ھاے انسان کے بے اختیار دل !

بار بار کسی کو گردن پھرا پھرا کر دیکھنے کی فرصت کہاں ہے ؟

وقت جو نہیں ' زندگی کے تیز دھارے میں تو بے اختیار بہا جا رہا ہے !

اس دنیا کی مختلف منزلوں پر سے تیرا گذر ہوتا ہے !

ایک گھاٹ پر سے تو بوجھ اتھاتا ہے ' دوسرے گھاٹ پر جا اتار دیتا ہے -

دکھن سے جب باد بہار گنگناتی ہوئی آتي ہے '

تیرے باغ کے گوشہ گوشہ میں آکر جھومتی ہے ' پھرتی ہے ' گاتی ہے !

بہار جب تیرے لگائے ہوئے باغ میں پھولوں کے ایک سیلاب کي طرح آتی ہے '

اور پھر جب شام کے وقت چرواھا اپنے گلے ریوڑ گاؤں کو
ھانکتا ھوا لاتا ھے '

تب مویشیوں کے پاؤں سے اُڑتی ھوئی دھول شام کی
تاریکی سے مل جاتی ھے—

تب دیکھ ! بھار کی تمام حسن آفرینیاں بھی آھستہ آھستہ
خاک میں ملنا شروع ھوجاتی ھیں '

پھول مرجھا کر جھڑ جھڑ جاتے ھیں !

وقت نھیں : زمانہ کی ڈھیل نھیں !

پھر شبنم سے شرابور رات کا وقت ھو '

تیرے باغ میں بھار اپنے جوبن میں کمال کو پھنچی ھو '

اور پھر جب بادلوں کے ٹکڑے سفید سفید روئی کے گالوں کی
طرح نیلے آسمان میں بھٹکتے پھریں '

تب شاید تو نے بھی آنسوؤں سے دامن بھر بھر کر کسی کے
مزار پر اپنی نذر کے موتی نثار کیئے ھوں !

ھاے اے انسان کے بے اختیار دل !

ھاے تیرا انتخاب !

سب کچھ دن تمام ھوئے پر یھیں راستہ ھی کے کنارے چھوڑ
کر چل دینا ھوگا !

وقت نھیں ' فرصت نھیں ' زمانہ کی مھلت نھیں !

خداوند ملک !

جبھی تونے اپنے تڑپتے ھوئے دل میں سوچا تھا '

اور تونے یہ آرزو کی تھی کہ زمانے کے دل کو حسن کا
نذرانہ دیکر موہ لے ، اُسے چھین لے !
واہ ! تونے اپنی اس نذر اس تحفہ کو کیا ہی دلفریب
بنایا —
موت ، جو کہ شکل و صورت سے مبرّا تھی ،
تونے اُسے لازوال حسن مجسم عطا کیا !
واہ ! تونے اسے کیا ہی دلکش بنایا !
لیکن آہ ! آنسو بہانے کے لیئے زمانہ میں فرصت نہیں ،
اشک ریزی کی مہلت نہیں !
جبھی تونے اپنے نہ تھمنے والے آنسوؤں کو سکوت مرمریں
کے جال میں پھانس کر رکھدیا !

اس آسمان تلے ،
چاندنی کی خاموش عبادت گاہ میں ،
تو اپنی محبوبہ کو جس نام سے آہستہ آہستہ اپنے دل
ہی دل میں یاد کیا کرتا تھا ،
وہ نام اور اُس کی تان آج ہر کسی کے کان میں گونج رہی
ہے !
اے شہنشاہ ! اے شاعر ! وہی تیرے دل کی آرزو کی
تصویر ، کسی کے حسنِ دلآویز کی یاد —
اس عظیم‌الشان ،
سراپا اطمینان ،

مجسمۂ مرمریں میں باقی رہ گئی ہے !
یہی تیرا پیغامبر '
یہ بے مثل شعر '
یہ بے نظیر وزن ' لاجواب ترنّم '
آسمان کی طرف سدا پرواز کر رہا ہے ' جہاں تیری محبوبہ کی آرام گاہ ہے !
وہ صبح کے منظر رنگین کے انعکاس میں ہے !
شام کی تھکی ماندی گہری سانس میں ہے جو افق مغرب پہ چھائی ہوئی ہے !
پورے چاند کی چاندنی کے کھیت میں چھٹکنے والے موتیا کی ملاحت بے پایاں میں ہے !
وہ اُس غیر مرئی ناقابل بیان فردوس میں ہے '
جہاں سے تشنۂ دیدار آنکھیں بار بار نامراد لوٹ آتی ہیں !
تیرا یہ بے زبان پیغامبر ' حسن کا پتلہ—تاج محل '
ہر زمانہ میں زمانہ کے پہرہ دار کی نگاہ بچا کر ' تیرا پیغام لیکر چلا ہے :
" بھولا نہیں ' میری جان میں تجھے بھولا نہیں " !

شہنشاہ ! آج تو اس دنیا میں نہیں !
تیری سلطنت ایک خواب شیریں کی طرح اُڑ گئی !
تیرا تخت آج باقی نہیں !

تیرا لشکر ' جس کے قدموں کی دھمک سے زمین کے توازن
میں خلل آجاتا تھا ' دنیا ڈانواڈول ہوجاتی تھی '

آج اس تمام جاہ و جلال کی یاد دھلی کی سڑکوں کے گرد
و غبار میں اڑتی پھرتی ہے !

تیرے درباری ' مصاحب ' تیری بارگاہ کے شاعر آج تیری
مدح میں قصیدہ خواں نہیں !

جمنا کی لہروں کی تال سے تیرے محل کی نوبت کی
تال نہیں ملتی !

محل کی حسین رقّاصہ کی پازیب کی جھنکار ویران
محلوں کے گوشوں میں خاموش پڑی ہے !

اور آج وہاں جھینگروں کی کرخت آواز کی گونج سن کر '
اندھیری رات کا تاریک آسمان اپنی قسمت پر پھوٹ پھوٹ
کر روتا ہے !

تیرا قاصد ' جسے تکان کبھی اپنی خدمت سے برگشتہ دل
نہیں کرتی —

بادشاہوں کی سلطنتوں کے بننے اور بگڑنے سے جسے سروکار
نہیں —

جو زمانہ کی تعمیر و تخریب کو کسی گمان میں نہیں
لاتا —

زندگی اور موت کی دستبرد سے جو آزاد ہے '
اپنے نغمۂ دلگداز سے عالم کو محو غم کیئے ہوئے ہے '

تیرے اس قاصد کا پیغام—تاج محل کی فریاد '
سدا کے فراق زدہ شہنشاہ کا پیغام ھے :
'' بھولا نہیں ' میری جان میں تجھے بھولا نہیں ! ''

غلط ھے ' کون کہتا ھے تم بھولے نہیں ؟
یہ کس نے کہا کہ محبوبہ کی یاد کے قفس کو کھول کر
تونے یاد کے پرندے کو اڑجانے نہیں دیا ؟
تونے محبوبہ کی یاد کے پرندے کو اڑ جانے نہ دیا ؟
ماضی کا افق مغرب جو سدا ایک عالم تاریک و تار ھے '
تیرا دل آج بھی اُس کی زلف سیہ کے پیچ میں اٹکا ھے ؟
فراموشی کی سدا کھلی راہ پر وہ نکل نہیں گیا ؟
مزار ' مزار تو سدا ایک جگہ پر قائم ھے !
تربت کی گہری تاریکیوں میں چھپا ھے !
اور تربت موت کو اپنے کفن کے پردہ میں ڈھانپ کر
رکھتی ھے !
لیکن زندگی ؟ زندگی کو کون روک سکتا ھے ' کون ٹھہرا
سکتا ھے ؟
آسمان کا ھر ستارہ اُسے اپنی راہ پر بلا رھا ھے : چلے آؤ !
عالم عالم میں زندگی کو دعوت ھے ! '
زندگی کے ھر نئے مطلع صبح میں اُسے بلاوا ھے !
یاد کی گرہ ٹوٹ ٹوٹ جاتی ھے ' وہ ھاتھ سے چھوٹ چھوٹ
جاتی ھے '

فراموشی کی کھلی راہ میں کھو جاتی ھے !

شہنشاہ ! تجھے دنیا کا تاج و تخت اپنی آغوش میں سنبھال کر نہیں رکھ سکا '

سمندروں کی پرورش کی ھوئی یہ زمین' اے عظیم‌الشان ! تیری زندگی کے لئے ناکافی ثابت ھوئی '

جبھی تو اس دنیا کو زندگی کی رنگین محفل سے برخواست ھوتے وقت دونوں پاؤں سے ٹھکرا کر چلدیا !

تو خود اپنے اعمال کی بزرگی سے کہیں بزرگ تر ھے '

جبھی تیری زندگی کا رخش تیز گام بار بار تیرے اعمال اور اُن کے نتائج کو پیچھے چھوڑ کر آگے نکل جاتا ھے !

جبھی تیرا نشان یہاں باقی رھتا ھے اور تو خود یہاں نہیں رھتا !

وہ دلبستگی جو آگے بڑھ نہ سکے نہ بڑھا سکے '

جس عشق نے اپنا تخت سر راہ رکھدیا ھو '

اُس عشق نے جس لطف اور عشرت سے تیرا استقبال کیا'

وہ راستہ کی دھول کی طرح تیرے پاؤں سے لپٹا رہ گیا تھا '

تونے اُسے اپنے پاؤں کی گرد کی طرح جھاڑ کر راستہ کے حوالہ کیا !

مگر تیرے پیچھے کی راہ کی گرد میں ' تیرے دل کا ایک ٹکڑا نہ معلوم کب گرا تھا '

وہ گویا تیری زندگی کی مالا کا ایک بیج تھا ' جو کھل کر گر پڑا !

تو خود تو بہت دور جا چکا ھے '

لیکن وہ بیج ایک لازوال پھول کی صورت میں کھلا ھے !

آسمان کی طرف منھ اتھائے کھڑا ھے !

اس کے نغمہ کی تان پکارتی ھے :

'' جس قدر دور بھی نگاہ ڈالتی ھوں ' وہ مسافر خود تو کہیں نہیں !

اُس کی محبوبہ اُسے روک نہ سکی '

تخت و تاج نے اُس کے لیئے راستہ چھوڑ دیا ' اُس کی راہ میں حایل نہ ھوا '

کوھسار اور قلزم آگے سے ھٹ گئے '

آج اُس کا راھوار ' شب تار کی خاموش گونج میں سے ' سیاروں کی تان پر اڑتا ھوا '

مطلعِ صبح کی طرف رخ کیئے چلا جارھا ھے !

جبھی میں آج یہاں محبوبہ کی یاد کے بوجھ تلے پڑی ھوں '

اور وہ جو اس بار سے آزاد ھے یہاں نہیں ! ''

بولاکا

اے عورت !

تو صرف پروردگار ھی کی آفرینش کا نمونہ نہیں ‘
تیرے بنانے میں انسان کا بھی ھاتھ ھے !
اُس نے تجھے اُس حسن سے آراستہ کیا جو اس کے دل میں تھا !
شعرا نے اپنے فکر رسا اور اپنی زرّین تشبیہات سے تیرا لباس بن کر تجھے پہنایا ھے !
اور اس طرح انہوں نے تیرے حسن میں چار چاند لگائے ھیں !
بت تراشوں نے اپنے شاھکاروں میں تیری ذات کو جاودانی زندگی عطا کی ھے !
گوناگوں رنگ ‘ طرح طرح کی خوشبوؤں اور مرصّع زیوروں سے تجھے آراستہ کیا ‘
موتی سمندروں کی تہ سے ‘ گوھر کانوں کی گہرائیوں سے تیری آرائیش کے لئے مہیا کیئے گئے !
تیرے سنگار کے لیئے گلستانوں سے پھول آئے ‘
اور تیرے حنا بستہ پاؤں پر ان کی زندگی ‘ ان کے حسن کو نثار کر دیا گیا !
جامۂ شرم و حیا سے ‘ جواھرات سے مرصع و رنگین لباس سے تجھے سجایا ھے !

تو اس قدر کمیاب ہے کہ تجھے چھپا کر رکھتے ہیں !
آرزو کی روشنی کا عکس تیری ذات پر آکر پڑا ہے !
تو نصف عورت ہے اور نصف تصوّر محض !
اے عورت ! تو صرف پروردگار ہی کی آفرینش نہیں !

شونارتوری

راہ!

میں راہ ہوں، دور دور ملک ملک میں پھرتی پھراتی گھوم پھر کر دروازہ کے باہر آن کھڑی ہوتی ہوں!

گھروں کے اندر طرح طرح کے تخیلات اور سوچ بچار کا سلسلہ جاری ہے!

مجھے کبھی کبھی ان گھروں کی چار دیواری کے اندر کے تخیلات کا ایک آدہ بے معنی ٹکڑا مل جاتا ہے،

گھر کے اندر سے بلند کھڑکی کے شگاف میں سے روشنی میری گرد پر کچھ لکھ دیتی ہے—

نا مکمل سی ایک تحریر!

زندگی کی اس منزل کہ میں کیا کچھ ہے، کتنے کوچے ہیں، محلے ہیں، منزل پر منزل کھڑي ہے، بالاخانہ ہیں!

میں بد نصیب ہوں، ایک طرف پڑي ہوں!

سب کے نزدیک ہوں، جب بھی بہت دور ہوں!

میں نظر نہیں مطمح نظر ہوں!

نشان نہیں، نام و نشان کے ماوری ہوں!

میري ابتدا نہیں انتہا نہیں!

دنیا کی بزم طرب میں جسے شرکت کا پروانہ مل جائے میں اُسے لاکر یہاں پہنچا دیتی ہوں!

اس پروانہ کے ٹکڑے بالآخر میرے سینہ پر آکر گرتے ھیں '
میں گرد و غبار میں انھیں ملا کر ' آندھی طوفان کے چکر
میں لاکر اڑا دیتی ھوں !

گذرے ھوے زمانوں کی مدتوں سے بھولی ھوئی باتوں کی
ایک مالا پروتی چلی جاتی ھوں '
چلی جاتی ھوں !

سب جسے منہ سے کہتے تو ھیں پر کسی کے منہ سے سنتا
کوئی نہیں '

جسے سبھی کہتے ھیں ' ھاں میں جانتا ھوں ' میں وھی
ازلی پیغام ھوں !

اے تاجر کے مال و مطاع لے جانے والی گاڑی ' اور اے بادشاہ
کی سواری !

میں راہ ھوں ' گذر کر بھول جانے والی راہ !

درد و غم ' مصیبت و الم سب کا نام و نشان مٹاتی چلی
جاتی ھوں !

میرے پاس کچھ رھتا نہیں !
میں غم اور خوشی میں ھر کسی کو لیئے جاتی ھوں !
برے بھلے دن میں نہیں سمجھتی '
میں تارک الدنیا ھوں ' جوگی ھوں !

معلوم نہیں بار بار یہ سبز گھاس میرے کنارہ کہاں سے
آتی ھے '
اور آکر چلی جاتی ھے !

وہ بھی چلے جاتے ھیں جو اسے روندتے چلے جاتے ھیں !
اس عجیب و غریب اور دل فریب دنیا میں میں بھی
عجیب ھوں !
خالی اور سادہ ھوں '
میرے پاس کچھ رھتا نہیں !
راہ پر کوئی بیٹھتا نہیں ' تاخیر کسی کو گوارا نہیں !
میرے بائیں ھاتھ سرسبز کھیت ھیں تو دائیں ھاتھ آبادی'
زندگی میرے دونوں ھاتھ زمانۂ حال کا دامن پکڑے
کھڑی ھے !
میں تمام زمانوں کی زنجیروں سے آزاد ھوں—
درمیان سے گذر جاتی ھوں !
مستقبل کی طرف رخ کیئے چلی جاتی ھوں '
سدا چلی جاتی ھوں !
جبھی میں بے برگ و بار ھوں !
میرے پاس کچھ رھتا نہیں !
میں کچھ چاھتی نہیں ' نہ کسی کی تلاش میں ھوں '
مجھے بھول جانے کے لیئے مسافر بھی گیت گاتے ھوے
گذر جاتے ھیں !
میں کسی کو روک نہیں سکتی '
وہ گانا بھی میرے ھاتھ نہیں آتا جو مسافر گاتے چلے جاتے
ھیں !

میري دھول پر سے جب باد بہار کا گذر ہوتا ہے تو پھول نہیں کھلتے !

زندگی میں سخت خسارہ اٹھانے کے بعد جب کوئی کنگال میری دھول پر آکر آسن جماتا ہے ' تو ایسے مسافروں کا زاد راہ ان کی منزل کے قریب ہی پڑا رہ جاتا ہے !

مسافر اسے میري خاک پر سے اٹھا لیتے ہیں !

میں بے نوا ہوں ' مفلس ہوں !

مجھے کسی سے دلبستگی نہیں !

مجھ پر سب سخت گیر ہیں !

یہ صرف بھولے بچے ہیں جو مجھے پہچانتے ہیں !

مجھے وہ قید و بند سے آزادی اور چھٹی کی صورت میں پہچان لیتے ہیں !

اپنے گھروں سے باہر آکر وہ میرے پاس آتے ہیں !

روک ٹوک ' کسي بات کا حکم ' کسی بات کی تنبیہ وہ میرے یہاں نہیں پاتے !

میرے پاس گھر کی ضروریات کا سامان بھی نہیں !

دنیا کے خالق کی طرح یہ بچے بھی خلا کو اپنے کھیل سے بھر رکھتے ہیں !

صرف بچے ہی مجھے سمجھتے ہیں !

بربادی کی دھول سے وہ نئي آبادي کی صورت پیدا کرتے ہیں !

بھری مٹی سے وہ بے بنیاد گھر بنا کر اپنا وقت کاٹتے
ھیں !

جس کے دام نہیں ' جس کی قیمت نہیں ' وھی کچھ
ان کے لیئے بے بہا کھیل کا سامان پیدا کرتا ھے !

بنانا اور بگاڑنا اُن کا کھیل ھے !

اسی کھیل میں ان کا دل لگتا ھے !

یہی کھیل وہ مجھ سے کھیل سکتے ھیں !

جبھی وہ مجھے چاھتے ھیں !

نوخیز کی تاخت !

اے میرے نوخیز ! سر سبز نادان !

اس ادموئی مخلوق کو تو اپنی طفلانہ ٹھوکر سے ہوش میں لا ،

موت سے بچا !

صبح زندگی کی سنہری روشنی کی مے سے تو سرشار ہے ،

پرواہ نہ کر جو کچھ بھی تجھے یہ کہیں !

بزرگانہ مباحث کا طفلانہ اٹکھیلیوں سے خاکہ اڑانا تیرا شیوہ ہے !

اے میرے شریر !

اٹھ کر ناچ اور انہیں بھی رقص میں لا !

میرے نو خیز ! آتش کے پرکالے ! ادھر آ !

قفس ہوا میں آہستہ آہستہ جھول رہا ہے ، اور کسی چیز میں حرکت نہیں !

ان کے گھروں پر سکوت مرگ چھایا ہوا ہے !

اور وہ جو پختہ سال بوڑھے ہیں ،

ان کی آنکھیں بوجھل پلکوں کے پروں کے نیچے ملدی ہیں

وہ غنودگی کی پینک میں ہیں ،

نقش بر دیوار ' خاموش اور بے حس و حرکت ہیں !
اندھیرے میں یہ پنجرے کے اندر بند پڑے ہیں !
اے نئی پود کے علمبردار ! میرے بے سمجھ نادان ! ادھر آ !

باھر اس کھلی دنیا کی طرف کوئی نہیں دیکھتا '
کوئی نہیں دیکھتا کہ دریا میں جوار آیا ھے '
موجیں سمندر میں اُٹھ رھی ھیں ' کوئی نہیں دیکھتا '
یہ زادگان خاک مٹی پر پاؤں رکھ کر چلنا پسند نہیں کرتے'
بانسوں کے اونچے مچانوں پر سب اپنی جگہ اٹل بیٹھے ھیں !
آ او میرے بے قرار ! زندگی کے ثمر نارسیدہ ! ادھر آ !

یہاں ھر کوئی تجھے ٹوکے گا ' منع کریگا '
اچانک جب وہ تیری چکاچوند روشنی کی چمک دیکھیں گے تو پکار اُٹھیں گے :
کیا غضب ھے ؟ یہ کیا شرارت ھے ؟
تجھ سے ٹکرا کر وہ بھڑک اُٹھیں گے '
اپنے بستر چھوڑ تیرا پیچھا کریں گے !
یوں جب وہ جاگ اُٹھیں گے تو حق و باطل میں جنگ چھڑ جائیگی !
اے میرے شجاع ! میرے سدا سرسبز ! ادھر آ !

زنجیروں کے دیوتا ' قید و بند کے خداوند کا وہ مندر کیا سدا یوں ھی کھڑا رھیگا ؟

سراپا دیوانے ! دروازہ پٹک ' آندھی کی طرح اپنا پرچم اڑاتا ھوا اندر آ !

اپنے قہقہوں سے آسمان کا سینہ پھاڑتا ھوا چلا آ !

ھر طرح کی غلطیاں ' فرو گذاشتیں چن چن کر نکال اور اُڑادے !

آ اے میرے سر مست آزاد ! میرے نو خیز ! ادھر آ !

کشاں کشاں انھیں اپنی راہ پر لا '

آزادی کی راہ پر انھیں آزاد کر کہ نا معلوم استقبال کی راہ اختیار کریں !

یہ دیکھتے ھوئے کہ تیرے لیئے مصائیب ھیں ' سزائیں ھیں '

زندگی تیرے سینہ میں خوشی سے ناچ رھی ھے !

ان کتابوں کے پابند ' رسم و رواج کے دینداروں پر راھروی کے قانون واضح کردے !

آ اے میرے آزاد ! تمر نا رسیدہ ! ادھر آ !

اے جاودانی سرور و شباب کے سرمایہ دار !

جو کچھ پرانا اور فرسودہ ھے اُسے پھینک !

غیر فانی زندگی کو دنیا میں چاروں طرف لٹا دے !

تیرے سرسبز حسن کی شادابیسے دنیا پر آج صبح کا عالم ھے !

طوفانی بادلونکی بجلی میں تیري ھی زندگی کی تڑپ ھے !

اور بہار کے بے قرار جوبن کے پھول تیرے ہی حسن کے رھین منت ہیں !

آ اے مہر بے زوال ! سدا سرسبز ! ادھر آ !

اپنی گرفت کو مضبوط رکھ ' مستحکم پکڑے رہ !

فتح تیرے هی لیئے ہے !

دیکھ ! تاریکی آهستہ آهستہ کٹتی چلی جارهی ہے ' اب
خوف نہ کھا !

مشرق کا سینہ چاک ہوا !

گھنے جنگل کی تاریکی سے ' وہ دیکھ ! صبح کا ستارہ
نمودار ہوا !

اب تجھے خوف کس اندھیرے کا ہے ؟

اِن پر تو خواب گراں کا غلبہ ہے !

انہیں اپنی ذات پر اعتماد نہیں !

نا امیدی ' جمود اور شک و تذبذب !

یہ تو صبح کے نور کی پیدایش نہیں !

باهر آ ! دوڑ ' مشرق کی طرف نگاہ اٹھا !

آسمان صبح کے نور سے معمور ہوا !

اب خوف نہ کھا ' فتح تیرے هی لیئے ہے !

گیتانجلی

میرے آقا ! جب گانے کے لیئے تیرا ارشاد ہوتا ہے تو فخر سے
میرا دل سینہ میں نہیں سماتا !

میں اپنے آپ کو بھول جاتا ہوں ' تیری طرف دیکھتا رہ
جاتا ہوں '

اور آنسو میری آنکھوں میں بھر آتے ہیں !

میری زندگی میں جو کچھ، سخت اور سست ہے وہ تیرے
نغمہ کے آب حیات کے بہاؤ میں آکر بہ جاتا ہے !

میری دعا طائیر نغمہ سرا کی طرح آسمان میں پر پھیلا
کر پرواز کرتی ہے !

میرا گانا تجھے دل سے بھاتا ہے !

میں جانتا ہوں یہ میرا نغمہ ہے جس کی پرواز مجھے
تیرے قدموں تک پہنچا سکتی ہے !

میں تیرے حضور میں اپنے گیت گاتا ہوں !

میرا دل تجھ تک نہ پہنچ سکا —

میرے دل سے نکلنے والے نغمہ نے تیرے پاؤں چھو لیئے !

میں اپنے گیت کی تان میں اپنے آپ کو کھو بیٹھتا ہوں !

اور تجھے کہ تو میرا آقا ہے ' محبوب کہہ کر پکارتا ہوں !

گیتانجلی

یہ بات قرار پائی تھی کہ ہم تم دونوں اکیلے ایک کشتي پر سوار سمندر میں چلے جائیں گے !

کہیں نہیں ، یونہي نکل جائیں گے !

ان تینوں عالموں میں کسی کو خبر تک نہ ہوگی کہ ہم کہاں چلے ؟

کہاں چلے اور کس ملک کو چلے ؟

اس اتھاہ سمندر کی تنہائی میں تجھے اپنے گیت سناؤں گا !

میرے نغمے سمندر کی موجوں کی طرح بندشوں سے آزاد بہتے چلے جائیں گے ،

اور تو انہیں خاموش مسکراتا ہوا سنے گا !

شاید ابھی وقت نہیں ہوا ،

ممکن ہے میرے کام ابھی باقي ہوں !

دیکھو ! شام کی تاریکی ساحل پر آکر پھیل گئی !

تاریکی روشنی سے آن ملی ،

دریائی پرندے اپنے آشیانوں کو لوٹ آئے ،

سب لوٹ آئے ، اپنے اپنے آشیانوں کو لوٹ آئے !

مگر تو کب اپنی کشتي لیئے گھاٹ پر آئیگا کہ مجھے

ساحل کے بندھنوں سے آزاد کرے ؟

ڈوبتے ہوئے آفتاب کی آخری کرنوں کی طرح ،

ہماری کشتی اندھیرے میں بہتی چلی جائیگی—

یونہی بہتی چلی جائیگی !

جہاں سب سے حقیر ، نادار سے نادار اور بے نوا کا ڈیرہ ہے ،
میرے آقا ! وہاں تو اُن کا ساتھی ان کے ساتھ ہے —
سب سے پیچھے ، سب سے نیچے ، سب کچھ کھوئے ہوؤں
کے ساتھ ہے !

میں جب چاہتا ہوں کہ تیرے حضور میں جبہ سائی کروں ،
تو معلوم نہیں میرا سجدہ اپنی رسائی میں کہاں تک
پہنچ کر رہ جاتا ہے !
جہاں تو دنیا کے دھتکارے ہوؤں کے ساتھ ہے ،
میرا سجدہ اُس مقام پر تجھ تک پہنچنے سے قاصر ہے —
جہاں تو سب سے پیچھے ، سب سے نیچے ، سب کچھ
کھوئے ہوؤں کے ساتھ ہے !
ہماری نخوت کو وہاں دخل نہیں ،
جہاں تو نادار کے چھیتھڑے پہنے ہوئے بیکسوں میں
بیکس ہے ،
جہاں تو ہر بے نوا کا ساتھی ہے ،
وہاں تک میرے دل کی رسائی نہیں —
جہاں تو سب سے پیچھے ، سب سے نیچے ، سب کچھ
کھوئے ہوؤں کے ساتھ ہے !

گیتانجلی

اے میرے بد نصیب وطن !

جنھیں تونے بے عزت و بے آبرو کیا ھے '

ان کی ذلت میں ذلیل ھوکر تجھے انھی کے برابر ھونا پڑے گا !

جن کی انسانیت کے حق کو تونے چھین لیا ھے '

اپنے روبرو کھڑا رکھکر جنھیں تونے اپنے قریب بیٹھنے کی جگھ تک نہ دی '

ان کی بے آبروئی میں تجھے بے آبرو ھونا پڑے گا !

تونے نفرت سے انسان کے جسم کو اپنے جسم سے چھونے نہ دیا '

انسان کو تونے اپنے پاس سے دھتکار دیا—

انسانیت کے پروردگار کو تونے آئے دن اپنی نخوت سے ٹھکرا کر ذلیل کیا '

قہر اور قحط و وبال کے عالم میں تجھے بھی ان کا شریک ھونا پڑے گا !

تجھے بے آبروی میں ان کے ساتھ بے آبرو ھونا پڑیگا !

اپنی بلند مسند پر سے جب تونے انھیں دھتکار دیا '

تو ظالم تونے اپنی قوت بازو کو ذلیل کرکے اپنے گھر سے نکال دیا—

وہ قوت پاؤں میں پائمال ھوتی ھے '

اس کی زندگی سڑک کی دھول میں کٹتی ہے !
اسی پستی میں ' قعر مذلت میں اتر آ !
کود پڑ — تیری سلامتی کی اور کوئی راہ نہیں !
ذلت و بے آبروئی میں تجھے سب کا شریک ہونا پڑیگا !
تونے جنھیں نیچے گرا دیا ہے وہ تجھے بھی اپنی پستی میں لے مرینگے !
تونے جنھیں پیچھے پھینک دیا ہے وہ تجھے بھی پیچھے کھینچینگے !
جہل کی تاریکی میں تونے انھیں ڈھانپ رکھا ہے '
تیرے نصیبوں پر بھی اسی تاریکی کا سیاہ پردہ پڑا ہے !
ہاں بے آبروئی میں تجھے بھی سب کا شریک ہونا پڑیگا !
سینکڑوں صدیوں کی ذلت و بے آبروئی کے بار گراں کے سبب انسان اپنا سر اوپر اُٹھا نہیں سکا !
تجھے شرم نہیں آئی ' تونے دیکھا نہیں ؟
بے کسوں کا معبود اُن کے ساتھ گرد و غبار میں اٹا ہے !
موت کا پیغامبر تیرے دروازہ پر کھڑا ہے !
تونے اُسے بھی دیکھا نہیں ؟
اگر تو سب کے ساتھ نہ مل سکے تو الگ ہوجا !
اپنی خودی اور رعونت میں پا بزنجیر دور کھڑا رہ
کہ موت کی قلب سوز آگ کے شعلوں میں جل بھن کر '
راکھ ہوکر ' تجھے سب کے ساتھ مل کر ایک ہو جانا ہوگا !

گیتانجلی

اس ابر شگاف علم کو دیکھ !

وہ اپنی فلک پیما سواری پر سوار ، خود ہماری ہی راہ کا مسافر ہے !

سب آؤ متحد ہو کر یک بار حملہ آور ہو ، زمانہ کی رتھ کو کھینچو !

گھروں کے چھپے کونوں میں کہاں دبکے بیٹھے ہو ؟

نوع انسانی کے اس جمگھٹے میں کود پڑو ،

نعرہ زن ہوکر اپنی جگہ پر قبضہ کرو !

اور ذاتی کام جو تمہارے ہیں وہ رہیں ، ان کو آج بھول جاؤ ، دل میں نہ لاؤ !

کھینچو ! اس زمانہ کی رتھ کی رسیوں کو مضبوط پکڑو ، کھینچو —

اپنی حقیر زندگی کی امید سے ہاتھ دھوکر کھینچو !

اور دھوپ ہو یا چھاؤں ،

ہر نگر ہر گاؤں ، میدانوں اور پہاڑوں سے گذر جاو !

یہ سر پر آسمان جو گردش میں ہے ،

اس کی گردش کی گونج تمہیں اپنے سینہ سے اٹھتی سنائی نہیں دیتی ؟

تمھارے دوران خون میں کیا اس گردش چرخ کی پیدا کی ہوئی حرکت موجود نہیں ؟

موت کو شکست دینے کی ہمت کیا دلوں میں موجزن نہیں ؟

تمنا کی بھوک کیا سیلاب کی طرح تمھارے استقبال پر چھا نہیں گئی ؟

دیکھ، اس کی فلک پیما سواری پر اس کے ابر شگاف علم کو دیکھ !

وہ خود بھی ہماری ہی راہ کا مسافر ہے !

کالی کالی گھٹاوں میں یہ سفید ھنسوں کی ڈار !
آشیانوں کو خیر باد کہہ کر سفر کو نکلنے والوں کا یہ قافلہ دیکھہ —
مجھہ تارک الدنیا کے دل کے راز کو گویا اپنی پرواز کی تان میں گاتا چلا جا رہا ھے !
یہ کس راگ کا الاپ ھے جو دور سے سنائی دیتا ھے ؟
یہ کس نغمہ کی کشش ھے جس نے ان کے دلوں کو خوف سے آزاد کردیا ھے ؟
یہ کس چمن سے ھوکر آنے والی نڈر دیوانی ھوا ھے ،
جس کی اکساھت نے ان کے بازوں کو اس دیوانی پرواز پر آمادہ کیا ؟

ان کی آنکھوں سے نیند اڑ گئی ھے !
ان کے دلوں سے خوف غائب ھے !
جو آنکھوں سے اوجھل ھے ، ان کی نگاہ اسی پر جمی ھے !
پیچھے کی طرف گردن موڑ کر یہ نہیں دیکھتے !
وھی ، جسے انہوں نے کبھی دیکھا تھا ،
آج اسی نے انہیں پکارا ھے !
نا معلوم راستہ پر سفر سے یہ چوکتے نہیں !
آج اس دن کے تمام ھونے پر یہ کونسی شب وصل کی یاد ھے ،
جو ان کے دلوں کو یوں کشاں کشاں اڑائے لیئے جارھی ھے ؟

پروباھینی

بادنسیم کا پیغام !

گلاب کے پھول نے کہا : " نسیم ! تیرے پیغام کو کون سمجھتا ہے ؟

کیوں تونے صبح سویرے ہی میرے دروازہ پر آ کر دستک دی ؟ "

نسیم نے کہا : گلاب کے پھول ! میری بات سمجھو یا نہ سمجھو ،
مجھے معلوم ہے تمہیں کس کے وصال کی فکر دامن گیر ہے !
صبح ہوگئی ، میرے پھول میں نے تو صرف تمہیں خواب سے بیدار کردیا ! "

پرندہ نے کہا : " نسیم ! تجھے کس کی تلاش ہے ؟ مجھے زرا تفصیل سے کہہ ! صبح ہوتے ہی کیوں تونے میرے آشیانہ کو جھولا جھلا دیا ؟ "

نسیم نے کہا : " پرندے ! میری زبان تم سمجھو یا نہ سمجھو
میں خوب سمجھتی ہوں تم کسے دل دئیے بیٹھے ہو !
بس صبح کی روشنی آکر فضا پر چھا گئی ،
میں نے تو صرف اس لا محدود کا پیغام تیرے کان میں کہہ دیا ! "

ندی نے کہا : " نسیم ! میں تیری بولی سمجھنے سے رہی آخر یہ بے قراری کس لیئے ہے ؟ "

نسیم نے کہا : ندی ! میری بولی تم سمجھو یا نہ سمجھو
لیکن میں اس مقصود و منتھیٰ کو پہچانتی ہوں جس کی
تلاش میں تو سر گرداں ہے—
اسی سمندر کے مستانہ رقص کو میں نے تیرے سینہ تک
پہنچا دیا '
وہی ناچ میں نے تیری لہروں کو ناچنا سکھا دیا ! "
کھلے میدان نے زبان کھولی : " مجھے نہیں معلوم یہ کس
کے قدم ہیں جنہیں چومنے کی مجھے عزت حاصل ہے ؟ "
نسیم نے کہا : " مجھے تم سمجھو یا نہ سمجھو ' میں
خوب جانتی ہوں تمہیں انتظار کس کا ہے ؟
دیکھو ! بہار آتی ہے !
میں نے تو صرف بہار کی آمد کی تان تم تک پہنچا دی !
تب سب نے کہا : "نسیم ! تو بتا تیرا گوہر مقصود کیا ہے ؟
ہم سے کہہ آخر تجھے تلاش کس کی ہے ؟ "
نسیم بولی : " میں تو مسافر ہوں !
میرا پیغام تم سمجھو یا نہ سمجھو ' میں خوب سمجھتی
ہوں تم سب کس کے دلدادہ ہو !
میں تو صرف آتی ہوں اور چلی جاتی ہوں !
اس ہستی کا خواب دکھاتی ہوں جو وہم و قیاس سے باہر
ہے !
میں صرف گاتی ہوں ! "

پرادیپ

دولت گم گشتہ

اِس دنیا کے خالق نے جب کائنات کی آفرینش کا کام ختم کر لیا ،

اور ستارے اس نیلے آسمان کی چھت میں جگمگانے لگے ،
تو اس نئی دنیا کے روبرو محفل رقص و سرود قائم ہوئی !
تمام فرشتے اس ستاروں بھرے آسمان کے سایہ کے نیچے آن جمع ہوئے ،

اور خالق ارض و سماوات کی ثنا میں گانے لگے :
واہ کیا سرور ہے !
کیا حسن مکمل کی بے نظیر تصویر ہے !
کیا نغمۂ موزوں ہے !
ستارے ہیں ، چاند ہے ، وہ آفتاب ہے !
اس جمی ہوئی محفل میں نہ معلوم کون یک بیک چلّا اُٹھا !

"ستاروں کی مالا میں سے ایک ستارہ ٹوٹ گیا !"
ساز ھاتھ سے چھوٹ گیا ، ستار کا تار ٹوٹ گیا ! گانا بند ہوا !
اب ھر طرف تلاش اس بات کی ہوئی یہ ستارہ ٹوٹ کر گیا کہاں ؟

سبھی کہنے لگے : " اسی ستارے سے تو بہشت روشن تھا !

یہی ستارہ سب سے بڑا تھا ' سب سے خوبصورت اور
روشن تر ! "
اُس دن سے یہ دن—
دنیا اُسی کھوئے ہوئے ستارہ کی تلاش میں سر گرداں ہے !
دن کے وقت قرار نہیں ' رات آنکھوں میں نیند نہیں !
سبھی کہنے لگے : " سب ستاروں کے مقابلہ میں ضرورت
اُسی کی زیادہ ہے !
بغیر اسے ڈھونڈھے چارہ نہیں !
وہ ستارہ نہیں جبھی تو آج دنیا اندھیری ہے ' اندھی ہے ! "
ستاروں کی خاموش محفل سے کسی کا خاموش قہقہہ
آسمان بھر میں گونج اُٹھتا ہے :
" سبھی ستارے تو اپنی جگہہ موجود ہیں ' یہ تلاش کس
کی ہے ؟ "

ٹیگور

میں نہیں چاہتا اس خوبصورت دنیا سے چل بسوں !

میں چاہتا ہوں کہ لوگوں میں یونہی زندہ رہوں !

اگر میرا یہ زندہ دل سکے تو اس آفتاب کی روشنی میں

اور اس گلشن کے گوشہ میں جیتا رہوں !

اس دنیا کے اندر جیتا رہوں جس میں زندگی کا کھیل

ایک رقص کی صورت میں سدا جاری ہے !

عاشق و معشوق کے وصال میں اور فراق میں ،

کتنے ہی قہقہے ہیں ، اور کتنے ہی قہقہے ہیں جو آنسوؤں

میں بھیگے ہیں !

اگر انسان کے آرام و آرائش ، رنج و غم سے ایک ایسا گھر نہ

بسا سکوں ،

جو ابدی سوز و ساز سے روشن رہے ،

تو میری آرزو ہے کہ یوں ہو کہ جتنے دن مجھے اس دنیا

میں رہنا ملے ،

تم لوگوں کے درمیان رہوں !

طرح طرح کے پھول ہر صبح و شام کھلا کریں گے ،

میں ہنستا کھیلتا ہوا انہیں چن لونگا ،

اور جب وہ پژمردہ ہوجائیں ، انہیں پھینک دوں گا ،

میرا دل نہیں چاہتا اس خوبصورت دنیا سے چل بسوں !

شونچیتا

مجھے معلوم نہیں عبادت کسے کہتے ہیں !

جبھی تیرے دروازہ کی خاک پر بیٹھا صرف رویا کیا ہوں !

میں بے سمجھ تھا ، اور جس طرح میرے دل میں آیا میں
چلا آیا !

میں اندھیرے میں تجھ سے ڈرا نہیں !

لیکن یہ عارف تیرے مجھے سخت طعنہ دیتے ہیں -

کہتے ہیں : " تو یہاں آنے کی ٹھیک راہ سے نہیں آیا ،
لوٹ جا ! "

میرے لوٹنے کا راستہ تونے بند کر رکھا ہے !

تونے مجھے اپنے بازوؤں میں باندھ رکھا ہے !

اور وہ پھکار پکار رہے ہیں : " لوٹ جا ، لوٹ جا ! "

گیتانجلی

۵۱

اندھیری رات کے خواب کا طلسم ٹوٹ گیا، صبح ہوگئی!

میرے پاؤں کی زنجیر کا حلقہ ٹوٹ گیا، میں آزاد ہوا!

عالمگیر زندگی میں اور میری روح میں اب کوئی حجاب
حائل نہیں!

میں باہر کی دنیا میں چلا آیا ہوں!

میرے دل کے کنول کی پنکھڑیاں سب کھل گئیں، سب
کھل گئیں!

بندشوں کو توڑ، پردہ اُٹھا تو خود سامنے آن کھڑا ہوا!

میرا دل میری آنکھوں کی راہ رو دھو کر بہ گیا!

بہ کر تیرے پاؤں پر لوٹ گیا، لوٹ لوٹ گیا!

آسمان پر سے صبح کی روشنی کس وارفتگی سے میری طرف
ہاتھ بڑھائے آرہی ہے!

میرے اس ویران گھر کے دروازہ پر فتح کے نعرہ گونج اُٹھے!

اندھیری رات کے خواب کا طلسم ٹوٹ گیا!

صبح ہوگئی!

خواب اور حقیقت

میں نے تجھے دیکھا نہیں ' تیرا خواب دیکھا ہے !

مجھ سے پوچھتے ہیں : " خواب کی بھی کوئی حقیقت ہے ؟ "

معلوم نہیں' ہوسکتا ہے مجھے کچھ علم بھی ہو ' معلوم نہیں !

لیکن میری جستجو کی انتہا نہیں ' میری زندگی میں تیری تلاش ابدی ہے !

میں اس زندگی میں کسی دوسری زندگی کا خواب دیکھتا ہوں !

یہ تیری آنکھوں میں وہی ازلی بہشت ہے ' جسے میں دیکھ رہا ہوں جس کا خواب دیکھ رہا ہوں !

اس بہشت کے پھولوں میں ہلال اپنا راستہ کھو بیٹھتا ہے !

جب میں زندگی کے اس ساحل سے تجھے پکارتا ہوں تو اُس پار سے جواب دیتا ہے !

میں کہتا ہوں یہ تیرے پاؤں کا صرف چھو جانا ہے کہ اس سراب ہستی کے ساز کے تاروں پر زندگی کی رنگین جھنکار پیدا ہوتی ہے !

شاید یہی حقیقت !

شاید یہ محض تیرا خواب ہے ' میرا اپنا عقیدہ تو یہی ہے !

میں پوچھتا ہوں خواب سے بڑھکر بھی کوئی حقیقت ہے ؟
تو ' جو کہ میرے درد کی بستی کا بسنے والا ہے '
میرے نزدیک سے نزدیک بھی تو ہی ہے !
لیکن ہاں ' تیرا یہ ساتھ میرے پاؤں میں زنجیر کا ساتھ نہیں !

خواب کی صورت میں تو انسان کی آزادی کی ایک صورت ہے !
ستاروں سے ' پھولوں سے اور تجھ سے ہمارا وصال خواب ہی میں ہوتا ہے !

اے ازل سے اک غیر اور اجنبی صورت میں دکھائی دینے والے !
تجھے پہچان بھی سکتا ہوں یا نہیں ؟
یہ تیرا ہی کھیل ہے جو ہماری زندگی میں کبھی خوش نصیبی کی صورت اختیار کرتا ہے '
اور کبھی تیرے کھیل کا مقصد صرف وقت کاٹنا ہوتا ہے !

تیرے ہی دھیان میں مَیں تخیّل کے سمندروں میں سفر کرتا ہوں !
تجھے اپنے دل میں نئی نئی صورتوں میں رنگ کر دیکھتا ہوں !
بھائی میرے اپنے تو یہی سب کچھ سچ ہے !
جبھی تو دل میں پالینا حقیقت ہے ' اور کسی چیز کا قبضہ میں لے آنا کچھ بھی نہیں !
کیا تم نے کبھی اپنے آپ میں بھی دیکھا ہے کہ حقیقت کیا ہے ؟

یہ حقیقت اگر تم کسي کے حوالہ کرنا چاھو تو اُس کی
ھتیلي پر رکھ سکتے ھو ؟

ھاں ' یہی ھوسکتا ھے کہ کسی مصیبت کي گھڑي ' جب
درد و غم کی آگ کے شعلے بھڑک اتھیں ' تو انھی شعلوں کی
تیز روشنی میں تم دفعتاً اُسے پہچان لو ' یہ ھوسکتا ھے !

جب درد و غم کے شعلے بلند ھوں ' تمھارے نفس کا ایندھن
جل کر روشنی پیدا کرے ' تب ممکن ھے تم اُسے پہچان لو !

تمھاری زندگی میں یہ بے اعتنائی صرف اس لیئے ھے کہ
ابدي زندگی تمھیں ابھی نصیب نہیں ھوئی —

اس لیئے تمھیں چاروں طرف سے فریب دہ دھندلکا گھیرے
ھوے ھے !

تمھارا ' اپنا آپ ' باطل کے لباس میں روپوش ھوکر
مصروف کار ھے !

میں کہتا ھوں وہ جو کبھی کبھي ھاتھ آجاتا ھے تو خواب
ھی کے عالم میں !

میں سمجھتا ھوں حقیقت یہی ھے !

وہ اس عالم فاني میں غیر فانی ھے ' سدا بیدار ھے '

اور ابدی زندگی کی حقیقت اسی میں ھے !

وقت بہتا چلا جائے ' پرانا کھیل کھیلتے وقت کٹ جائے !

یہ جو تمھیں دھوکا دیکر غفلت میں رکھنا چاھتے ھیں تو
ان کی طرف سے منھ پھیر لے !

آنے جانے کی اس راہ کی دھول پر '

تو اُس کے پاؤں کے نشان گنتے گنتے وقت ضایع نہ کر !
اور رائیگاں چلے جانے والے دنوں کا کوڑا کرکٹ آخر کیا ہوگا ؛
اب میں تمہیں کیا سمجھاؤں وہ کیا ہوگا ؟
بس یہ خواب ہے جو اس دار فانی میں غیر فانی ہے !
اور سبھی کچھہ بے وفائی کریگا !
ابدی زندگی کی حقیقت خواب میں ہے !
اپنی زندگی سے جس خواب کی تعمیر میں تم مصروف ہو
وہی لامتناہی زندگی کی راہ ہے !
ابدی زندگی کی حقیقت خواب میں ہے !

یوروبی

میں ساز کھو بیٹھی ہوں !

مطرب ! جب تو نے میرے دروازہ پر آکر دستک دی تو میں
مارے شرم کے سکتہ میں رہ گئی !
اِدھر اُدھر ڈھونڈھتی ہوں ،
میرا ساز نہ معلوم میں کہاں کھو بیٹھی ہوں ؟
کالی گھٹاؤں کے اُس پار ، اس دریا کے پچھم کی جانب ،
وہاں ، دور—
افق کی چٹون پر گھنگھور گھٹاؤں نے بل ڈال دئیے !
جنگل میں درختوں کے پتّے موسلا دھار بارش کی چھنا چھن
پر جھوم جھوم کر ناچتے ہیں !
تب بادل بھی گرجتے رہے ، سبھی سامان تھے ،
میں سمجھتی تھی اب تو دل کے ارمان نکلینگے ،
میرے دل میں ملار جاگ اٹھیگا !
ہائے ! میں سر نہ ملا سکی ، تال نہ رکھ سکی ،
اے مطرب دلنواز ! میں اپنا ساز کھو بیٹھی ہوں !
بہار ! جب تو اپنے گلے میں پھولوں کی مالا پہن کر آئی ،
میں سمجھی تھی اب مجھ پر بھی تیرا کرم ہوگا !
چاروں طرف ڈھونڈھتی ہوں— نہ معلوم اپنا ساز کہاں کھو
بیٹھی ہوں !

صبح کے وقت جنگل میں درختوں کے سایہ کے نیچے ،
باد بہار نے اچانک میرے تن بدن کو چھو کر چونکا دیا —
واہ یہ کیا سرور ہے ؟
تب اس پار کے جس قدر پرندے تھے چہچہا اٹھے :
" اِس پار کا گیت بھی گا سکتی ہو کیا ؟ "
میں نے اپنے دل میں سوچا ،
میں اپنے گیت کی سروں کو پھولوں کی مہک میں ملا کر پیش کروں !

بہار اپنے شباب کے جوش میں ہے ، مسرور ہے !
میں نے بھی اپنے دل میں تلاش کیا —
اور اب سرنگوں اپنے دل میں سوچ رہی ہوں :
نہ معلوم میں اپنا ساز کہاں کھو آئی ہوں !
وصل کی گھڑی اب آیا ہی چاہتی ہے !
آسمان بادلوں سے گھرا ہے !
مجھ سے پوچھتے ہیں تیرا ساز کہاں ہے ؟
میں نے کہا : اے مطرب دلنواز ! میں اپنا ساز کھو بیٹھی ہوں !

ڈوبتے ہوئے آفتاب نے پوربی راگ کے الاپ میں پوچھا :
اب دیر کیسی ہے ؟

رنگین کرنوں کے موقع — گلاب نے جب بزم گلشن کو آراستہ کیا ،
اور شام کے وقت سنکھ کی گونج کے ساتھ مغرب میں آفتاب ڈوبا ،

تو آسمان پر سے شام کے ستارہ نے رقص میں آکر کہا :
ہاں ! تار تار پر جھلکار ! کیسے ؟
رات کلکن اور شہنائی کی سروں سے گونج اُٹھی '
لیکن ہاے ' مجھے میرا ساز نہیں ملتا !

پھر تو درد و الم کی شمع روشن ہاتھ میں لیئے آیا !
اب مجھے نغمہ کی لے میں اسے ادا کرنا ہوگا !
میں نے ہر طرف دیکھا '
مگر ' نہ معلوم اپنا ساز کہاں کھو آئی ہوں !
جب کام دھندے سے فراغت ہوئی ' آسمان پر ستارے جگمگا اتھے !
گاؤں اور میدان اندھیرے میں مل کر سب ایک ہوگئے !
اس وقت کشتی گھاٹ پر بندھی تھی اور چراغ تک اس میں روشن نہ تھا !
رات بھر یہ کشتی ندی کی بے قرار موجوں پر جھومتی رہی '
اب تُو آکر اس کشتی کے چراغ کو روشن کر !
تیری ہی دی ہوئی روشنی میں مجھے اُس پار جانا ہے !
میں نے تیرے نغمہ کے انداز سے سمجھ لیا ہے '
اب باد مراد بہنے کا وقت آ پہنچا !
باد بانوں میں جنبش پیدا ہوئی !
لیکن ' ہائے ! اے مطرب دلنواز ! میرا ساز نہ معلوم میں کہاں کھو آئی ہوں ؟

ایک آرزو !

یہ جو بڑے بڑے معرکہ کے کام میں کرتا ہوں ، سچ پوچھو
تو یہ میرے لیئے ایسے مشکل بھی نہیں ،

دنیا کی ضروریات کے مہیا کرنے میں میں نے جہان بھر کی
خاک چھانی ہے ،

میرے دوستوں کا حلقہ وسیع ہوتا چلا جا رہا ہے ،
لکھنا پڑھنا ، مختلف زبانوں میں گفتگو کرنا —

غرضکہ گرہ پر گرہ دئیے جا رہا ہوں ، اینٹ پر اینٹ
اور محل تیار ہوتے چلے جا رہے ہیں !

میرے کاموں کو کوئی اچھا کہتا ہے اور کوئی برا !
مجھ پر اعتبار کرکے کوئی میرے پاس آتا ہے اور کوئی مجھے
شبہ کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور دور رہتا ہے !

مجھ میں کچھ خالص ہے اور کچھ ملا جلا ،
غرضکہ ہو ہوا کر کچھ ہو ہی رہتا ہے !

لیکن وہ جو ایک چھوٹی سی آرزو میرے دل میں ہے ،
گو سننے میں معمولی سی اور آسان ہے ، پر آسان وہ
نہیں !

تھوڑا سا سرور ، لطیف نغمہ کی سروں میں ملا ہوا ، پھولوں
کی خوشبو میں بسا ہوا ؛

فرصت کا خمار ، درختوں کے سایہ میں اٹھے ہوئے
خواب دیکھنا !
خیال ہوتا ہے کہ بس چاہنے کی دیر ہے کہ میسّر ہوا !
مگر جب میں اسے حاصل کرنا چاہتا ہوں ، اسے کہیں
بھی موجود نہیں پاتا !

اس بے پایاں بے شکل و صورت دخّان آسمانی میں سے خالق
کائنات نے دنیا پیدا کی !
اور جب زمانوں کی محنت شاقّہ کے بعد روے زمین پر
کوہساروں نے اپنا سر اٹھایا ـــــ
تو زمانوں کے اُس پوشیدہ خواب کو میں نے پھولوں کے پہلے
گچھے میں موجود پایا !
بہت دنوں سے آ یک آرزو تھی :
اس دنیا کے ایک گوشہ میں میں اپنے ہی آپ میں رہوں !
دولت نہیں ، عزت نہیں ، صرف ایک جھونپڑی کی مجھے
آرزو تھی !
درختوں کا ٹھنڈا سایہ ہو ، ندی کا کنارہ ہو ،
شام کا ستارہ اپنی پوری آب و تاب میں سامنے چمک
رہا ہو ،
کھڑکی میں سے بھینی بھینی چمیلی کی خوشبو آرہی ہو ،
صبح کی روشنی بہتی ندی کے پانی کو آکر چومے ،
اور ان سب کے ساتھ میری زندگی کے دکھ سکھ بھرے دن
کٹ جائیں !

دولت نہیں ، عزت نہیں صرف ایک جھونپڑی کی
تمنا تھی !

بہت دنوں سے یہ آرزو تھی کہ اس سدا خاموش اپنے تخیل
میں ڈوبے ہوئے آسمان کے پیغام کامل کو میں اپنے کانوں سے
سنوں ،
دولت نہیں ، عزت نہیں اپنے ہی دل کا نغمہ سن سکوں !
ڈوبتا ہوا سورج بادلوں میں اپنے رنگین خواب کے رنگوں سے
دن کے اختتام کی تصویر کھینچتا ہے ،
اور ڈوب جاتا ہے !
خواب کے عالم میں اس روشنی اور سایہ کے ملک میں ،
رنگ اور سرور کی آمیزش نے کیا سحر کاری کی ہے !
اس رنگین عالم میں اپنی زندگی کے غم اور خوشی بھرے
دن کاٹ دوں !
دولت نہیں ، عزت نہیں مجھے عرفان کی آرزو تھی !

بہت دنوں سے یہ میری آرزو تھی کہ یہ جو میری زندگی
کی گہرائیوں میں کسی کی جستجو موجود ہے ،
مجھے اس جستجو کا مقصود مل جائے !
دولت نہیں ، عزت نہیں مجھے عشق کی تمنا تھی !
بس دل ہی دل کی سروں میں اُسے یاد کروں ،
قریب آکر صرف ہاتھ، میں ہاتھ دیدوں !
اور جب وہ پاس نہ ہو ، دل ہی دل میں اس کے دھیان
میں رہوں !

اور جب اس کے سامنے ہوں تو صرف آنکھوں ہی آنکھوں میں گفتگو ہو!

اس محویت کے عالم میں—

اس زندگی کے چند دنوں کا ہنسنا اور رونا یونہی گذر جائے—

دولت نہیں، عزت نہیں مجھے صرف محبت کی تمنا تھی!

پوروبی

اکیلی ' ایک وارفتگی اور خود فراموشی کے عالم میں بیٹھی ہو !

اور اس کنول کی پنکھڑیوں کو یونہی توڑ توڑ کر ندی میں بہا رہی ہو !

ھائے ' معلوم نہیں مجھے کب سے بھولی ہو !

وہ پھول جو میں خود صبح توڑ کر لایا تھا—

اور لاکر یونہي تیرے قدموں میں رکھدیا تھا '

معلوم نہیں رخصت ہوتے وقت کب بے دھیان تونے اُسے اٹھا لیا !

ایک دن کے بعد دوسرا دن میرا اسی طرح تیرے ھاتھوں نیچ نیچ کر بہا چلا جا رہا ھے !

میری زندگی کے دن کیا اسی کھیل میں کھو دوگی ؟

کیا اسی بے توجہی کے عالم میں میري عمر گذر جائیگی ؟

ھوسکتا ھے کسی شام تو مجھے چاھے اور اپنے پاس نہ پائے !

اور یونہی تیري آنکھوں میں آنسو بھر آئیں '

یہ بھی ھوسکتا ھے !

پروباھی نی

چھوڑ بھی دے ' یونہی مجھے اپنے آپ میں بیٹھی رہنے
دے ' اپنے دھیان میں چھوڑ دے !

اُنھی پاؤں کا چھو جانا میرے دل میں آ رہا ہے !

باتوں کی لے دے اور کام دھندے کے پھندوں میں اب میں
پھنسی رہنے کی نہیں !

فقط اس کی یاد کے رنگین جواہروں کو ' ایک خاموش
کونے میں بیٹھی پروتی رہوں گی !

یہ جو اُس کے درد فراق کا موتی میرے سینہ میں ہے '
اُسے لیکر میں آج اُس کی تلاش کو نکلی ہوں !
اُس کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑی ہوں گی '
اِن اشکبار آنکھوں سے '
اُسی کی دی ہوئی دولت سے '
درد فراق کے انمول موتی سے میں اس کا سنگار کروں گی !
چھوڑ بھی دے ' یوں ہی مجھے اپنے آپ میں ' اپنے دھیان
میں چھوڑ دے !

میرے دل کا جو راز ہے اسے میری بانسری ہی جانتی ہے !
یہ راز میرے سینہ میں پوشیدہ رہا ' میں نے اسے کسی پر
افشا نہ کیا !
میں نے اسے بانسری ہی کے کان میں کہا ہے !

اس اندھیری رات میری آنکھوں میں نیند نہ تھی !
ستاروں ہی کی طرف تاکتے تاکتے رات کٹ گئی !
اپنے ساتھ جاگنے والے ساتھی کو میں نے پاس نہ پایا !
میں نے بانسری ہی کو اپنے ہونٹوں سے جکائے رکھا !
میرے دل کا بھید صرف میری بانسری جانتی ہے !

پراوبی

آج میرا دل گھنگھور گھٹاؤں کي اوٹ میں آکر کھو گیا !
کہاں بہا جا رہا ہے ؟ کدھر ؟ مجھے معلوم نہیں !
میرے دل کے ساز پر بجلی چمک چمک کر جھنکار پر جھنکار
بجا رہی ہے !
میرے سینہ میں بادل گرجتے ہیں !
آہا ! کیا تان پر تان ہے ' واہ یہ کیا تان ہے !
باغ کے گوشہ گوشہ میں گھنے بادلوں کا سایہ لوٹ رہا ہے !
میرے تن بدن کا ریشہ ریشہ خوشي سے تھرّا رہا ہے !
میری روح اپنی خوشي میں پر پھیلائے فضائے بے پایان میں
محو پرواز ہے !
دیوانی ہوا کے ہاتھ، میں ہاتھ دئیے ناچ رہي ہے !
کھلکھلا کر ہنس رہي ہے !
آزاد ہے !

میرے نغمے میرے درد دل کے رنگین کھیل ہیں ' اِن کی
انتہا نہیں !

دریا کا اچھلتا چھلکتا پانی جہاں درد و غم کے چکّر میں
آکر سدا بھنور کی صورت گردش میں رہتا ہے '

وہاں آفتاب کی کرنیں آکر ناچتی ہیں—

وہاں بلبلے عقد ثرّیا کی مانند شوخ و رنگین ناز و ادا کی
مستی میں بےخودانہ ناچتے ہیں !

رقص کا قہرمان دیوتا قہقہہ زن ہے '

اپنی ترنگ میں جھوم جھوم کر ناچتا ہے '

اپنے رنگین کھیل میں ہمہ تن محو ہے !

اس عُظیم‌الشآن ' پر شوکت و پر ہیبت آفرینش میں :

ہر پہر گردش عالم کے ساتھ درد کی ایک موج اٹھتی ہے
اور گرتی ہے—

خود اپنے ہی رنگ میں یہ عظیم‌الشان رقص کائنات میں
جاری ہے !

اس کھیل کا کوئی مقصد نہیں !

میرے نغمے بھی میرے درد و غم کی اٹھکھیلیاں ہیں—

ان کا کوئی مقصد نہیں ' اختتام نہیں !

پوروبی

میرے ساز میں آج یہ کن بے تاب نغموں کا شور ہے ؟
کن نت نئی بے قرار تانوں کا ؟
میرا دل خوشی سے تھرّا رہا ہے !
آھا ! یہ کون برق پا حسینہ ہے جو اس نیلگوں آسمان کے
دل سے یوں اٹھکھیلیاں کر رہی ہے ؟
جس کا آنچل فضاء میں لہرا رہا ہے !
روشنی جنگلوں میں درختوں کے پتّوں پر بیخودانہ ناچ
رہی ہے !
اور جھینگر خوشی سے متوالے ہیں !
گنبد فلک کے نیچے بے صدا مجیروں کی جھنجھناھٹ ہے !
پھول انہی مجیروں کی تال پر رنگین نغموں کی صورت
میں کھلتے ہیں !
پھولوں اور پتّوں کے دل میں یہ آج کس کے قدموں سے
چھو جانے کی امید ہے —
کہ گھاس کی ہر پتّی کے منھ میں زبان ہے !
ھوا آج زنجیروں سے آزاد ہے !
میرے ساز میں آج یہ کن بے تاب نغموں کا شور ہے !
کن نت نئی بے قرار تانوں کا !

پرروباھی نئی

کس بزدل کو تو ڈراتا ہے ؟

یہ اندھیرا جو میرے سامنے ہے سب باطل ہے ' جھوٹ ہے !

میرا اعتماد کیا بےکار ثابت ہوگا ؟

تونے اگر مجھے نیچے گرا دیا تو سمجھ لے کہ اپنا ہی کام
تونے بڑھا لیا —

تجھے خود نیچے اترنا ہوگا اگر مجھے نیچے گرا دیا !

تجھے میرا امتحان مقصود ہے !

بس کھیل کیا یہی ہے ؟

وہ جو تیرے ہاتھ کو نہیں دیکھتے '

اور صرف تیرے ہاتھ کی سزا دیکھتے ہیں —

خوف سے انہی کی جان کانپتی ہے '

جو تیری سزا کو نہیں دیکھتے ' اور دیکھتے ہیں صرف
تیرے محبوبانہ ہاتھ کو '

حقیقت کو وہی پہچانتے ہیں !

کس بزدل کو تو ڈراتا ہے —

یہ اندھیرا تیرا سب باطل ہے !

پروبھاتی

غیب کے پردہ میں منھ چھپانے والے !

وهی بے نظیر ' ان سنی راگنی میرے دردمند دل کے ساز پر بجا !

اُس پار لیجانے والی ناؤ کے بادبانوں میں هوا بهر گئی ' ناؤ بہنے لگی !

جسے کبھی کسی نے دیکھا نہیں ' آج میں اُسی کے فراق میں جل رہا ہوں !

کسی نے مجھے پکارا هے !

میں گھر بار ' خانماں کو خیرباد کہہ چکا هوں !

میں تاروں بهرا آسمان پهاند چکا هوں !

دیوانے ! اس عالم کی افتاد کے خلاف اپنا راگ الاپنے والے !

بجا ! میرے دل دردمند کے ساز پر اپنی بے نظیر ' ان سنی راگنی بجا !

اے بے پایاں ! تیرے ھاتھوں اس محدود کائینات نے کیا
ھی دلفریب صورت اختیار کی ھے !

کیا شان ھے ! کیا شانِ الوھیّت ھے !

یہ خاکی ظلمت کدۂ متناھی فنا کے آتشیں شعلوں سے
گذر کر ' پگھل کر بہ نکلتا ھے '

اور محدود اپنی خودي کی حدود سے گذر کر لامحدود پر
نثار ھوجاتا ھے !

اس بے بہا تبدیلی کے بعد وہ اس جام کی صورت اختیار
کرتا ھے جو آب حیات سے لبالب بھرا ھو !

•

اے لامحدود ! اے بے پایاں ! اس محدود عالم کے ستاروں
بھرے لامحدود آسمان میں میں تیرے بے پایاں وجود کے مقصد
کو روشن اور رقصاں پاتا ھوں !

نسیم صبح کے جھونکوں سے پھول جھکولے کھا کر جھڑ جاتے
ھیں—

یہ گویا ستارے کھوئے ھوئے آسمان کے ساز کی آخري جھنکار
ھے جو زمین پر آکر گونجتی ھے !

جاگتی رات کی تاریک راہ سے گذرتے ھوئے صبح کا چاند

آفتاب کی خدمت میں اپنی سہانی اور اُداس روشنی سے ایک خاموش تسلیم بجا لاتا ہے !

جب دن بھر کے کام تمام ہو چکتے ہیں تو شام کے وقت بہنے والی ہوا کے بہاؤ میں چرواہے اپنے ریوڑ لیئے گھروں کو لوٹتے ہیں—

تھکا ماندہ دن جب تاریکی کے ساحل کی طرف آہستہ آہستہ حرکت کرتا ہے تو غروب آفتاب کے حسن سیال کے بہتے پانی کے دھارے میں تو اُسے نہلاتا ہے '

جب برسات کی گھنگھور گھٹائیں دم بھر میں موسلا دھار برس کر اپنا پانی زمین کے سینہ پر انڈھیل دیتی ہیں تو پھر موسم سرما کے آغاز میں نمودار ہونے والی سرسبز زندگی کو جو دلفریب حسن تو عطا کرتا ہے وہ کیا پاکیزہ اور روح پرور ہوتا ہے !

اے بے پایاں ! تیرے اس عالمگیر صحن کائینات میں تیرے رنگین کھیل جاری ہیں !

تو اپنی روشنی کی عالم افروز کشتی آسمان میں بہا دیتا ہے !

پھر دن کے آخری لمحوں کو تو ہزاروں رنگین صورتوں میں رنگ دیتا ہے !

ہاں ' میں اسی کا پیاسا ہوں ' اسی کا متلاشی ہوں !

اُس آزادی کے آب حیات کا سرچشمہ کہاں ہے ؟

جس طرح گاؤں کی دوشیزہ دن ڈھلتے وقت پانی کی آخری ناند بھرنے جاتی ہے '

اے حسین ! میں اپنی زندگی کے آخری روز اپنے آخری نغمہ کو تیرے لطف و سرور کے آب حیات کے دھارے سے بھر لوں گا !

اے قہّار ! تیرے ھاتھ کی چوٹ سے دفعتاً '

میرے دل سے انتہائی درد و غم ' فوارہ کی طرح آزاد ہوکر چھوٹ پڑیگا—

تاکہ جو کچھ ناقص اور غیر موزوں ھو '

فنا کے آخری شعلوں میں بلند ھوکر '

قہّار کے فلک دوز قہقہوں سے مل کر فنا ھوجائے—

اور محض حسن روز روشن کی طرح منوّر ھوجائے !

پوروبی

شمع گل ہوچکی تھی اور رات سخت اندھیری تھی ،

دروازے گھروں کے سب بند تھے ،

میں گھر میں تنہا بیٹھا تھا !

گمان سا دل میں گذرا گویا دروازے کے باہر کوئی ہے ،

خیال ہوا کسی کے پاؤں کی آہٹ ہے !

اندھیرے میں یہ شاید کسی کی پازیب کی جھنکار اڑتی ہوئی سنائی دی !

تھوڑی دیر کے لیئے دل میں گذرا کہ اُٹھ کر دروازہ کھول دوں ،

لیکن نہ معلوم غفلت نے کب غلبہ کیا ، نیند آگئی ، میں سو رہا !

خواب میں بار بار یہ دل میں آتا ہے !

" یہ مہمانؔ میرا کون ہے ؟

اکیلا کھڑا اس اندھیری رات میں میرا انتظار کررہا ہے ؟ "

دل ہی دل میں کہتا ہوں ! " کچھ نہیں ، یہ خواب ہے ! "

عقد ثریّا جب آسمان میں عین سر پر آ پہنچا ،

اور رات اپنی سن‌سان تاریکی میں خراٹے لے رہی تھی ،

خیال ہوا کسی نے مجھے کھڑکی سے اشارہ کیا ہے !
میں نے دل میں سوچا ، اُٹھ کر چراغ جلا دوں ، لیکن
غنودگی نے غفلت طاری کی اور میں سو رہا !
ایک پہر گذرنے کے بعد دوسرا پہر بھی رات کا گذر گیا ،
میرے گھر کا دروازہ بند رہا !

معلوم نہیں کس وقت دفعتاً باد بہار کو جنبش ہوئی !
جنگلوں کے دل کو اُس نے چھوکر گرما دیا ،
جنگلوں میں گنگناھت پیدا ہوئی ،
گویا خواب میں کوئی کچھ کہہ رہا ہے !
پھولوں کی مہک آئی اور میری کھڑکی کے آس پاس اداس
پھرتی رہی ،
لیکن اس کے چھو جانے سے اچانک میرا تن بدن تھرا اُٹھا ،
جاگ کر نہ معلوم میں پھر کب سو رہا !
صبح کا ستارہ جب افق مغرب سے مشرق میں آکر
ڈوب گیا —
شب وصل کے صبح ہوجانے کے بعد ، رخصت چاہتے وقت ،
محبوبہ کی چشم پرنم سے گویا ایک آنسو گرا ،
اور کھو گیا !
اس وقت مجھے یوں محسوس ہوا گویا کسی درد انگیز
نغمہ کے اثر سے سرس پھولوں کی خوشبو سے متوالے جنگلوں
کے سایہ میں —

شبنم سے شرابور گھاس کی پتّیاں خوشی سے رہ رہ کر کانپ اٹھتی ہیں !

بستر خواب سے اٹھ کر میں نے دروازہ کھول دیا—

میرے گھر کے دروازے کے سامنے پھول کھلے ہیں !

ہائے ! یہ کون تھا ؟

اُن درختوں کے سایہ میں ' نظر نیچی کیئے یہ آخر کون ہے ؟

یہ کیا نظر کا دھوکا ہے ؟

تاریکی سے اب روشنی آن ملی ہے '

اور وہ ' دور—شاید یہی میرے دروازہ پر رات بسر کرنے والا مہمان تھا !

گویا کوئی سر جھکائے درختوں کے نیچے کھڑا ہے !

آج سے میرے گھر کا دروازہ سدا کھلا رہیگا '

ہمیشہ رات بھر چوپٹ کھلا رہیگا '

باہر کھڑکی پر چراغ سدا جلتا رہیگا !

یہ آج کون میری روح میں اس طرح آکر سما گیا ہے '

جس کے انتظار میں اب سے بیٹھا جاگتا رہوں گا ؟

کیا پھر کبھی کسی رات اسی طرح میرے دل میں آکر سما جائیگا ؟

رات میں کھلے ہوئے پھولوں کی مہک پر سوار '

کیا پھر وہ کسی دن میرے دل میں آکر سما جائیگا ؟

کھیا

آ او دیوانے آ !

کچھ دیر کے لیئے اپنے آپ کو بھول اور آ !

تو اس چکّر میں نہ آ ، باہر نکل !

اور دیکھ جب کسی طرف کی تند ہوا کے تھپیڑے سے پردہ پھٹ جائے ،

تو دیوانے ایسے موقعہ کو غنیمت سمجھ اور اسی پھٹے شگاف کی راہ باہر نکل آ !

ہاں ، طرح طرح کے حیلے ہیں ، دنیا میں ایک طوفان بے تمیزی ہے !

دل میرے ! تو نہیں سمجھتا کس وقت کس طرف کو لوٹے ؟

تیرے اپنے سینہ میں جو تجھے پکار رہا ہے ، وہی بہتر جانتا ہے !

دیکھ ، یہی اندرونی پکار تیری راہبری کریگی —

تیرے اپنے ہی دل کی پکار تیری رہنما ہے !

ادھر آ او دیوانے !

کچھ دیر کے لیئے اپنے آپ کو بھول اور ادھر آ !

پروباھی‌نی

پھر آئی برسات !

گھٹائیں آسمان پر آکر چھا گئیں !

ھوا کی مہک میں مست لڑکھڑاتی گھٹائیں پھر آئیں !

آج یہ میرا وھی اپنا پرانا دل ،

خوشبو میں بسی ھوا کے جھونکوں میں مستانہ وار لگا جھومنے !

کالی گھٹاؤں کی طرف نگاھیں اٹھی ھیں !

یہ میرا دل آج اپنے آپ میں نہیں !

پھر آئی برسات ، گھٹائیں آسمان پر آکر چھا گئیں !

میدانوں پر ان گھٹاؤں کا سایہ نوخیز پتّیوں پر بےخودانہ لوٹ رھا ھے !

زندگی بآواز بلند پکار رھی ھے : برسات آئی !

موسلا دھار آئی !

' برسات آئی ' کا گیت ھر گوشہ سے بلند ھے !

آنکھوں میں ، دلوں میں سیلاب آیا !

پھر آئی ، وہ آئی ، برسات آئی آسمانوں پر چھائی ھوئی !

گیتانجلی

آج میرے دل کا یہ بوجھ کسی طرح نہیں اٹھتا !

بادلوں سے آسمان تاریک ہے !

میں سمجھے بیٹھی تھی وہ آئیگا ' کیا وہ آیا ؟ مجھے
ڈھونڈھا اور نہ پایا ؟

ہائے ! مجھے کچھ کہے بغیر اس کا چلا جانا '

میرے دل میں درد کا طوفان اُٹھا رہا ہے !

آسمان بھر میں ہوا اُسے دیوانہ وار ہر طرف پکار رہی ہے !

بادلوں سے گھرے ہوئے آسمان کی گھری سانس مجھے بتا
رہی ہے کہ وہ نہ لوٹیگا !

ہائے ! کیا وہ آیا ؟ اور سینہ میں صرف درد بھرا انتظار
لیکر لوٹ گیا ؟

بادلوں سے آج آسمان کیسا تاریک ہے '

میرے دل کا بوجھ آج کسی طرح نہیں اٹھتا !

ایک ایک کرکے اس ستار کے پرانے تار کھول ڈال !

لے ، ستار کو نئے تاروں سے باندھ !

دن کا جھمیلا ہوچکا ، اب شام کی محفل سرود کا وقت آ پہنچا !

تیرا آخری گیت جو تجھے گانا ہے اب اس کے گانے کا وقت آ پہنچا !

اُٹھ ، ستار کو نئے تاروں سے باندھ !

اندھیرے آسمان کی کھڑکیاں سب کھول دے ،

تاکہ سوئے ہوئے عالم کا سکوت تیرے نشیمن پر آکر چھا جائے !

•

اتنے دن جو کچھ بھی تو گاتا رہا ، بجاتا رہا ، وہ ہوچکا—

آج تیری نغمہ سرائی کی تکمیل کا روز ہے !

یہ ساز تیرا ساز ہے ؛ آج اس بات کو ایک بار بھول جا !

لے ، ستار کو نئے سرے سے باندھ !

ایک ایک کرکے پرانے تار کھول ڈال !

میرے آنسوؤں کے دریا کے اُس پار ' دور گھاٹ دکھائی دیتا ھے—
تیرے گھر کے دروازے کے سامنے !
یہاں میں اپنے ھاتھوں آپ بندھا پڑا ھوں—
آدھا میں اپنے آپ میں ھوں ' آدھا کہیں باھر ھوں !
اب میں اپنی ناؤ کو شام کی ھلکی ھلکی ھوا کی رو میں
بہائے دیتا ھوں !

میرا دن روزگار کرتے ' لوگوں کی باتوں کا بوجھ خریدتے کٹ
گیا !
اے دل ! اب اس وقت تو باتوں کے بوجھ کو اتار پھینک '
آزاد ھو !
سُن ! اس خاموش فضاء میں اُس پار سے بانسری کی آواز
آرھی ھے !
اب میں شام کے وقت اسی بانسری کی تان بھری ھوا میں
اپنی کشتی کو بہائے دیتا ھوں !
میرے آنسوؤں کے دریا کے اس پار ' دور گھاٹ دکھائی
دیتا ھے—
تیرے گھر کے دروازے کے سامنے !

پرروباھي‌ني

۷۰

میرے ساتھی !

تو زندگی اور موت کی حدود سے باھر دور کھڑا ھے !

تیری بارگاہ نور سے معمور ھے !

تو آسمانوں میں ھے ' زندگی اور موت کی حدود سے باھر !

میرے دل میں معلوم نہیں یہ بے حد خوشی کس بات کی ھے ؟

آسمان کی طرف نگاہ اٹھی ھے !

تیری طرف دونوں بازو بڑھاے کھڑا ھوں !

میرے دوست ! تو زندگی اور موت کی حدود سے باھر ' دور کھڑا ھے !

تیرے دل میں وہ جو ایک تنہا ہے '

اُسے صرف دنیا کے کام دھندوں میں مصروف نہ رکھ '

کبھی کبھی گھر بار کی فکر سے آزاد ہوکر '

اس دل کی تنہائی میں بسنے والے کے نغموں کو چاروں طرف بہ جانے دیا کر !

تو اِسے اپنی ہی دنیا کی سروں میں رہنے دیا کر !

تیری زندگی میں وہ جو ایک تنہا ہے ' اسے لوگوں کی بھیڑ میں نہ چھوڑ —

کوئی ایک اور ' اکیلا ' تیرے اس ' تنہا ' کی تلاش میں ہے '

وہی اس کے درد کو سمجھتا ہے ' اسے پہچانتا ہے !

دیکھ ! وہ ' اکیلا ' تیرے کام دھندے کی اوٹ میں بھی اپنے ساتھی کو پہچان سکے '

دیکھ ! وہ آکر نامراد نہ لوٹ جائے !

پروباھيني

اس لیئے کہ تو میرے دل میں درد کی صورت میں آیا ہے ،

میں تجھ سے خوف نہیں کھاتا !

تیرے پیکان نے جہاں مجھے مجروح کیا ہے ،

میں وہیں تجھے اپنے سینہ سے لگائے رکھوں گا !

تونے تاریکی کے پردے میں اپنے آپ کو چھپا رکھا ہے ،

جب بھی میں تجھے پہچان لوں گا !

تو اگر موت کے بھیس میں آئے ،

تو میں تیرے پاؤں پر سر رکھ کر جان نثار کر دوں گا !

اگرچہ تو دکھائی نہ دے میں تجھ سے خوف نہیں کھاتا !

یہ صحیح ہے میری آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گر رہے ہیں !

تونے مجھے اپنے سینہ سے بھینچ کر رکھا ہے —

میرے دل میں درد و غم کا طوفان ہے !

یہ میرا دکھ ہے جو مجھے بتا رہا ہے کہ میں تیرا ہوں !

کچھ کہتا نہیں ، کچھ چاہتا نہیں — تیری طرف دیکھ رہا ہوں !

صرف آنسو میری آنکھوں سے موسلا دھار جاری ہیں !

گیتانجلی

دن تمام ہوئے پر جب موت کا پیغامبر تیرے دروازے پر آکر دستک دے ،

تُو اس کی خدمت میں کون سی دولت پیش کریگا ؟

میری زندگی کا یہ لبریز جام !

اس دن جب موت کا پیغامبر آکر میرے دروازے کی زنجیر کھٹکھٹائیگا ،

میں اپنی زندگی اس کے قدموں پر نثار کردوں گا !

اس زندگی کی بہار کی راتیں اور خزاں کے دن ، صبح و شام ،

اور وہ لطف و سرور جو بارش کی طرح اس زندگی پر برستا رہا ،

اس زندگی کے پھول ، اس کے پھل جنسے میرا دل سدا بھرا رہا ہے ،

دکھ سکھ کا اندھیرا اور اجالا ، زندگی کا تمام اندوختہ —

میں اپنی زندگی کی تکمیل کے روز اس کے پاؤں پر نثار کردوں گا !

یوں چھپکے سے منھ چھپائے میں اب تجھے نکل جانے نہ
دوں گا !

بس اب میرے دل میں آکر رہ ،
کسی کو خبر نہ ہوگی ، کوئی کچھ نہ کہے گا !
یہ دنیا آنکھ مچولی کا کھیل —
ابھی تُو ظاہر ہے اور ابھی کہیں بھی نہیں !
دیس پردیس تیری تلاش میں سر گرداں رہا ہوں !
اب تو میرے دل کے گوشہ میں آ !
نہیں ، میں نہیں چھوڑنے کا ،
یوں پردے کی اوٹ میں منھ چھپائے میں تجھے نکل جانے
نہ دوں گا !

میں جانتا ہوں میرا دل تیرے پاؤں رکھنے کے لائق نہیں !
لیکن اے میرے محبوب ! تیری آمد کی ہوا جب اسے
چھو جائیگی ،
تو کیا یہ گلاب کی طرح کھل نہ جائیگا !
کیا ہوا اگر میرۓ دامن میں تیری عبادت کی دولت
نہیں ، جسے تیری نذر کروں ،
تیرا کرم تیرے پاس ہے ،

تیرے لطف سے کیا پھول نہیں کھلتے ؟ پھل نہیں پھلتے ؟
نہیں ، نہیں ، یوں پردے کی آڑ میں منہ چھپائے نہ جانے
دوں گا !

تیرے راگ کی سروں کی آبشار جہاں لگا تار گرتی ہے ، بس وہیں ،

وہیں مجھے ایک گوشہ قیام کے لیئے مل جائے میرے مولا !

میں بیٹھا صرف تیرے راگ کی دھن سنتا رہوں گا !

اِس دھن سے میں اپنی زندگی کو بھر لوں گا !

اسی لے کے ساتھ ساتھ میں بار بار اپنے دل کے ساز کو ملاکر بجاتا رہوں گا !

رات کی خاموشی میں تیرے راگ کی سروں سے آہستہ آہستہ ،

میرے دل میں ستاروں کی طرح سب سُریں جگمگا اٹھینگی —

جس طرح پھولوں میں شہد بھر آتا ہے ، سریں میرے تن بدن میں بھر جائیں گی !

اور پھر جب رات کا اندھیرا چھا جائیگا ،

میرے دن ختم ہو چکیں گے —

میرے دل کے آسمان میں تیری سروں کے ستارے جگمگا اُٹھیں گے !

بس وہیں ، جہاں تیرے راگ کی آبشار سدا گرجتی ہے ،

مجھے ایک گوشۂ قیام کے لیئے مل جائے میرے مولا !

پروباھی نی

موت کے اس چھوٹے سے دروازے سے گذرتے ہوئے تو ڈرتا کیوں ہے ؟

افسوس ' جس قدر تیرا حوصلہ اِس طرف بلند اور قوي ہے '
اسی قدر تجھے اُس طرف کا خوف دامنگیر ہے !

تونے اپنی زندگی کو اس دیکھی بھالی دنیا میں پرورش کیا '
اس دنیا میں رہتے سہتے تیرے دن ہنسی خوشی کٹ گئے !

لیکن بھائی ہمارا آنا جانا کون و مکان کے صرف اسی ایک کونہ ھي میں نہیں !—

اے اندیکھے بالآخر فتح تیري ہے !

موت سے تو ڈرتا ہے ' افسوس ' جبھي تیری زندگي اس قدر حقیر ہے ' ناچیز ہے !

تیرے گھر کی چار دیواری تیری دو دن کی زندگي کی تعمیر ہے !

اس میں اگر اتنا کچھ ہے '
تو کیا حیات ابدي ہی محض نیستی سے آباد ہے ؟

اے اندیکھے بالآخر فتح تیری ہے !

پوروباھی نی

اے حسین ! آج صبح تو آیا تھا اور تیرے ہاتھ میں سنہرے پھول تھے !

خواب آباد کا مسافر ابھی راہ پر نہ نکلا تھا ،

جب تو اپنی رتھ پر سوار آیا ، اور آکر چلا گیا !

کچھ دیر تونے میری کھڑکی کے پاس انتظار کیا ،

محبت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھا !

آہ ! اے حسین ! آج صبح تو میرے گھر آیا تھا !

میری نیند نہ معلوم کس قسم کی خوشبو میں بسی ہوئی تھی !

گھر کی تاریکی نہ معلوم کسے پا کر خوشی سے کھلکھلا رہی تھی !

گرد میں اٹے ہوئے میرے ساز کو نہ معلوم کس نے چھیڑ دیا کہ جھنجھنا کر بج اٹھا !

جب میں جاگ کر باہر آیا ، تُو جا چکا تھا !

اب پھر شاید تجھے دیکھ نہ سکوں —

لیکن اے حسن والے ! آج صبح تو میرے گھر آیا تھا !

اُس روز تیرے ساز میں نغموں کا شور تھا ،

اور میری ڈالیوں پر پھول کھلے تھے !

ایک ھی بہار کے جھونکے نے ھم دونوں کو جھولا جھلا دیا !

کوئی نہیں کہہ سکتا اُس دن ھوا کی لہروں میں دل کشی
کیسی تھی !

تیرے نغمہ کی سنہری کشتی اُس دن میرے رنگین کنارے
آکر ٹھہری ! اُس دن میں نے یہ سمجھا تھا کہ تیرے راگ کی تان
کے ساتھ میری زندگی میں یہ پھولوں کا کھلنا سدا یونہی جاری
رھے گا !

لیکن دیکھتا ھوں کہ نغمہ کا اختتام ھے ،

اور دن تمام ھوئے پر پھول مرجھا کر جھڑ جاتے ھیں !

ھائے نہ معلوم بہار کے اس رنگین کھیل میں بھول کہاں
تھی !

میرا یہ وجود جو اس آسمان تلے زمانہ کی موجوں میں
بہتا چلا جاتا ہے '

میں اِسے اپنے آپ سے دور رکھ کر دیکھ رہا ہوں !

یہ مٹی اور پانی ' پھولوں پھلوں اور پتّوں کے ساتھ زمانہ
کی موجوں میں بہتا چلا جا رہا ہے !

وہ جو کہ ہمیشہ باہر ہے اور غم و شادی کے رقص میں
مصروف ہے '

وہ جو کہ موجیں اٹھاتا ہے اور موجوں میں ناچتا ہے '

وہ جو کہ اپنے نقصان اور خسارہ کو محسوس کرتا ہے '

غم کی چوٹ سہتا ہے '

میں اسی کو دیکھ رہا ہوں !

میں حقیقت میں کچھ اور ہوں !

وہ جو مجھ میں ہے اور اپنے آپ کو موت کے بھنور میں
نہیں پھینکتا '

میں وہی آزاد ہوں !

دل کے اطمینان مطلق ' قرار و نور محض کی روشنی میں
اسی کو دیکھتا ہوں !

گیتانجلی

لوبان چاهتا هے کہ اپنے آپ کو خوشبو بنا کر اڑا دے !

خوشبو چاهتي هے کہ لوبان کو اپنے سینہ میں چھپائے رکھے !

نغمہ چاهتا هے کہ سر تال کا پابند رهے '

سر چاهتی هے کہ نغمہ کو لیکر اڑ جائے !

خیال چاهتا هے کہ مجسم صورت میں جلوہ گر هو '

اور صورت کي آرزو هے کہ عالم خیال میں آزاد رهے !

خیال کا صورت میں تبدیل هو جانا '

گرہ کا کھلنے کي فکر میں رهنا '

آزادي کا زنجیروں کی آرزو کرنا —

یہ عالم هست و نیست میں کس کی خوشی هے جو
کار فرما هے ؟

اتشرگ

دنیا کے ساحل پر بچّے کھیل کود میں مصروف ہیں !

اسمان ان کے سر پر سایہ کیئے ہوئے ہے !

نیلگوں سمندر کی موجیں جھاگ اڑاتی ہوئی ' ناچتی ناچتی آرہی ہیں !

ساحل پر بچّوں نے اپنے کھیل کے شور سے آسمان سر پر اٹھایا ہوا ہے !

وہ بالو سے گھر بنانے میں ہمہ تن مشغول ہیں !

سمندر کي سیپیاں اور گھونگھے ان کے کھلونے ہیں—

بچّے اپنے ہاتھوں سے پتّوں کي ناؤ بنا کر سمندر میں بہا دیتے ہیں !

سمندر ان کی ناؤ کو موجوں پر اٹھائے ہوئے بہا لے جاتا ہے !

اس دنیا کے ساحل پر بچے کھیل کود میں مصروف ہیں !

یہ تیرنا نہیں جانتے !

پانی میں جال پھینکنا نہیں جانتے !

غوّاص موتیوں کی تلاش میں غوطہ زن ہیں '

اور تاجر اپنے مال و مطاع کی کشتیاں لیئے سفر کر رہے ہیں !

بچّے سمندر کے کنارے صرف کوڑیاں جمع کر رہے ہیں !

اپنے بالو کے گھروں کو ان سے سجاتے ہیں !

یہ موتیوں کی تلاش میں نہیں '

پانی میں جال پھیلکنا نہیں جانتے !
سمندر جھاگ اڑاتا ہوا قہقہے مار رہا ہے !
اور مسکراہٹ سی لب ساحل پر کھیل رہی ہے !
سمندر کی موجیں بچّوں کے کانوں میں گیت گا رہی ہیں !
گویا ان کی ماں گہوارے کو ہلاتی ہوئی لوریاں سنا رہی ہے !
سمندر بچّوں کے کھیل میں شریک ہے ، محو ہے ،
اور ساحل اپنی کھلکھلاہٹ میں اپنے آپ کو بھولے ہوئے ہے !
اس دنیا کے ساحل پر بچّے کھیل رہے ہیں !
آسمان تلے کشتیاں سمندر میں غرق ہوجاتی ہیں —
موت کا فرشتہ سر پر منڈلا رہا ہے !
بچّے اپنے کھیل میں مگن ہیں !
اس دنیا کے ساحل پر بچّوں کے کھیل سے ایک شور بپا ہے !

بچّہ نے اپنی امّاں سے پوچھا :

" امّاں ! میں کہاں سے آیا ہوں ؟ تو مجھے کہاں سے اٹھا لائی تھی ؟ "

ماں نے ہنستے ہوئے ' بچّے کو سینہ سے لگایا ' اس کی آنکھیں بھر آئیں ' بولی :

" میری جان ! تو میری آرزو کی صورت میرے دل کے اندر چھپا تھا !

تو میرے اس کھیل میں تھا جو میں بچپن میں کھیلا کرتی تھی !

جب میں شِو کی پوجا کیا کرتی تھی تو کتنی مرتبہ میں نے تیرے بت کو اپنے ہاتھوں سے بنایا ' توڑا اور پھر بنایا !

تجھے میں اپنے دیوتا کے ساتھ اُس کی عبادت کی چوکی پر بٹھایا کرتی تھی !

دیوتا کی پرستش میں تیری پوجا بھی کرتی تھی !

تو میری اُس تمنا میں موجود تھا جو ہمیشہ سے میرے دل میں تھی !

تو میرے عشق کی تپش میں تھا '

تو اپنی امّاں اور اُس کی تمام پشتوں میں سدا سے موجود تھا !

ہمارے اس قدیم گھرانے میں ، ہمارے گھر کے دیوتاؤں کے دلوں میں تو کب سے چھپا تھا ، کوئی نہیں کہہ سکتا !

جب میں جوان تھی اور میرا دل پھول کی طرح کھلا ہوا تھا ، اس وقت تو میرے حسن کی ملاحت میں ملا ہوا تھا !

تو میرے ہر عضو اور ہر عضو کی نزاکت میں ، اُس کی لطافت میں چھپا تھا !

تیرے نازک بدن کی لطافت میرے رگ و ریشہ میں سرایت کیئے ہوئے تھی !

تو ہمارے دیوتاؤں کی محبت کا سرمایہ ہے !

اے اس جہان میں نئے آنے والے ! تو قدیم زمانہ میں بھی موجود تھا !

تیرا جنم صبح کی روشنی کے جنم کے ساتھ ہوا !

تو اس دنیا کا پہلا وہ خواب نوشیں ہے جو سرور کے سیلاب میں بہتا میری گود تک آیا !

اچانک جب میری نگاہ تجھ پر پڑتی ہے ، تو میں تیری ہستی کے اسرار کی تہ تک نہیں پہنچتی !

معلوم نہیں یہ کیسے ہوا کہ تو ، جو کہ ہر کسی کی دولت بے بہا تھا ، میرے ہاتھ کیسے آگیا ، تو میرا کیسے ہوا ؟

جب میں تجھے چومتی ہوں تو اپنے ہی دل کی آرزو کا منہ چومتی ہوں !

تو ماں کا جگر گوشہ ، ماں کے دل کا ٹکڑا ہے !

ایک میٹھی مسکراہٹ کی صورت میں تو نمودار ہوا ہے !

اسی سبب میں ہمیشہ ڈرتی ہوں کہ ایسا نہ ہو تجھے کھو بیٹھوں،

میں چاہتی ہوں تجھے ہمیشہ سینہ سے لگائے رکھوں !

ایک لمحہ کے لیے تو مجھ سے دور چلا جاتا ہے، غم کے مارے میری جان کراہنے لگتی ہے !

اے میرے من موہن ! میں تجھے کن زنجیروں سے باندھکر رکھوں ؟

اے اس دنیا کے انمول رتن ! تجھے اِن دونوں بازوؤں میں اپنے سینہ سے لگائے رکھوں ! "

شیشو

میرے لال !

جب میں رنگین کھلونے تیرے نازک ہاتھوں میں دیتی ہوں '
تب میں سمجھتی ہوں کہ صبح کی روشنی میں بادلوں پر
ان تمام رنگوں کا مقصد کیا ہے ؟

اور بہتے پانی کی لہروں میں یہ رنگین جگمگاہٹ
کیسی ہے ؟

پھولوں کی پنکھڑیوں پر اتنا رنگ کیوں لگا ہے ؟

جب میں تیرے پیارے ہاتھوں میں رنگین کھلونے دیتی
ہوں —

تب ان سب چیزوں کا مقصد مجھ پر کھل جاتا ہے !

جب میں تجھے لوریاں سناتی ہوں '
تب میں سمجھتی ہوں کہ باغ میں درختوں کے پتوں میں
یہ تالیاں بجا کر ناچنا کیسا ہے ؟

اور یہ بہتے ہوئے گہت دریا کی موجوں میں کیوں پیدا ہوتے
ہیں ؟

میرے لال ! جب میں تجھے لوریاں سناتی ہوں '
تب ان سب باتوں کے معنی مجھ پر واضح ہوجاتے ہیں !

جب میں تیرے ان پھیلے ہوئے لالچی ہاتھوں میں مٹھائی
دیتی ہوں '

تو اُس کے میٹھے رس کو تمام منھ، پر مل لیتا ھے !

اس متھائی کے ٹکڑے کو لیکر تو گھر کے کونے کونے میں اچھلتا کودتا ھے !

تب میں سمجھتی ھوں کہ بہتی ندی کے پانی میں اتنی مٹھاس کیوں ھے ؟ اور پھل کیوں اتنے میٹھے ھوتے ھیں ؟

ھاں، جب میں تیرے ان لالچی ھاتھوں میں متھائی دیتی ھوں ، تب ان تمام باتوں کا راز مجھ پر کھل جاتا ھے !

جب میں تجھے چومتی ھوں ، اور یوں چوم کر تجھے ھنساتی ھوں ، تب میری سمجھ، میں آتا ھے کہ آسمان میں یہ مسرّت بھری لہریں کیسی ھیں کہ ان کی چھلکتی ھوئی روشنی کا عکس ، ناچتا ھوا میرے جسم پر آکر پڑتا ھے ؟

اور ھوا کیوں آھستہ آھستہ، میرے سینہ کو چھوتی ھوئی گذر جاتی ھے ؟

ھاں یہ سب معمّے حل ھوجاتے ھیں ، جب میں تیرا منھ چومتی ھوں !

شیشو

امّاں ! اگر میں تیرا بیٹا نہ ہوتا ، کتے کا پلہ ہوتا !

تو تُو مجھے اپنے کھانے کی رکابی میں ملھ ڈالنے نہ دیتی !

امّاں ! سچ سچ بتا ، مجھے دھوکا نہ دے ، تو مجھ سے کہتی :

" دور دور ! یہ کتے کا پلہ یہاں کہاں سے چلا آیا ؟ "

چھوڑ امّاں ، مجھے اپنی گود سے اتار دے !

میں تیرے ہاتھوں اب کھانا بھی نہیں کھاؤں گا ،

تیری تھالی میں میں تیرے ساتھ نہ کھاؤں گا !

امّاں ! اگر میں تیرا بیٹا نہ ہوتا اور اگر ہوتا میں کسی

طوطے کا چھوٹا سا بچہ !

تو مجھے تُو پنجرے میں بند کرکے رکھتی کہ کہیں اُڑ نہ جاؤں !

امّاں ! سچ سچ کہنا ، مجھے دھوکا نہ دینا ، جب تو مجھ کہتی :

" کیسا بد بخت بچہ ہے یہ ! "

امّاں ! تو کہتی کہ میں پنجرے سے اُڑ بھاگنا چاہتا ہوں !

امّاں ! تب چھوڑ دے مجھے ، تجھے مجھ سے محبت نہیں !

میں تیرے ساتھ نہیں رہنا ،

چھوڑ کہ میں کسی جنگل کو اڑ جاؤں !

شیشو

امّاں ! اگر میں پھول ہوکر درخت کی ٹہنی پر آکر کھلتا '
صبح کے وقت پتّوں میں ناچتا تو تو مجھے پہچان ہی نہ
سکتی !
تو مجھ سے ہار جاتی امّاں !
تو پکارتی : "بیٹا کہاں ہو ؟"
میں چپ چاپ وہیں بیٹھا ہنستا !
اُس وقت تو جو کچھ بھی کرتی میں اپنی کھلی آنکھ
سے دیکھتا !
جب تو نہا دھوکر ' بال کھولے اس درخت کے پاس سے مندر
کی طرف جاتی '
تو دور سے تجھے پھول کی میٹھی سی خوشبو آتی !
اور تجھے معلوم ہی نہ ہوتا کہ یہ خوشبو تیرے بیٹے کی ہے !
دوپہر کا کھانا کھاکر جب تو گیتا پڑھنے بیٹھتی '
تو درخت کا سایہ تیری پیٹھ پر آکر پڑتا —
اور میرا چھوٹا سا سایہ تیری کتاب کے صفحہ پر پڑتا —
تو اُس وقت بھی پہچان نہ سکتی کہ یہ تیرے بیٹے کا سایہ
ہے جو تیری آنکھوں کے سامنے ناچ رہا ہے !
شام کے وقت جب تو دیا جلاتی '
اور گائے بھیڑوں کو گھیر لانے کے لیئے باہر جاتی '

تو میں پھول ہوکر کھلنے کے کھیل کو چھوڑ زمین پر کود پڑتا !
اور پھر تیرے بیٹے کی صورت میں آجاتا اور تجھے کہانیاں سناتا !

تو کہتی : '' شریر ! تھا کہاں اتنی دیر ؟ ''
میں کہتا : '' جاو نہیں بتاتا ! ''

ٹیگور

میں نے صرف یہ پوچھا تھا کہ جب چاند کسی درخت
کی شاخوں میں آکر پھنس جائے '

تو کوئی ہے جو اُسے پکڑ کر نیچے اتار لائے ؟

بڑے بھائی نے قہقہہ لگا کر کہا : " تیرے جیسا بے وقوف
بھی میں نے نہیں دیکھا !

چاند تو بڑی دور ہے ' چاند کو کون پکڑ سکتا ہے ؟ "

میں نے کہا : " بھائی تمھیں بھی کسی بات کی خبر
نہیں '

جب امّاں اُس کھڑکی میں کھڑی ھنستی ھو تو تم کھوگے
کہ امّاں بڑی دور ہے ؟ "

مگر بڑے بھائی نے ھنس کر جواب دیا : " بچے ! تیرے
جیسا بے وقوف میں نے نہیں دیکھا !

اتنی بڑی پھانس کہاں سے لائیں جس سے چاند کو
پکڑیں ؟ "

میں نے کہا : " بھائی دیکھ تو سہی تو چاند ہے کتنا
چھوٹا سا !

میں اپنی ان دونوں مٹھیوں میں اُسے پکڑ سکتا ھوں ! "

پھر بھائی نے یہی کہا : " تیرے جیسا احمق بھی کبھی
نہ دیکھا تھا !

اگر چاند تیرے نزدیک آجائے تو تجھے معلوم ہو کہ وہ کتنا بڑا ہے ! "

میں نے کہا : " مدرسہ میں کیا تم خاک پھانکتے رہے ہو ؟ جب ماں مجھے چومنے کے لیئے اپنا منھ میرے نزدیک لاتی ہے '

تو میں نے کبھی نہیں دیکھا اُس کا منھ بہت بڑا ہوگیا ہو ! "

پھر بھی بھائی نے یہی کہا ! " تیرے جیسا احمق میں نے کبھی نہ دیکھا تھا ! "

شیشو

مجھے ماں یاد نہیں ' مگر ' کبھی کبھی جب میں کھیلتا
ہوں —

ایک لے سی میرے کان میں گونجتی رہتی ہے !
گویا امّاں کی باتیں میرے کھیل کے گیت میں سُریں ہو
کر مل جاتی ہیں !
امّاں گہوارہ کو جھلاتے ہوئے لوریاں گایا کرتی تھی '
امّاں چلی گئی ہے ' لیکن جاتے جاتے اپنا گانا یہاں چھوڑ
گئی ہے !

مجھے ماں یاد نہیں ' مگر ' جب بہار کے موسم میں پھولوں
سے باغ بھر جاتے ہیں '
تو شبنم سے بھیگے ہوئے پھولوں کی مہک آتی ہے !
تب معلوم نہیں کیوں مجھے ماں یاد آتی ہے '
وہ باغ سے جھولی بھر بھر کر پھول لایا کرتی تھی !
ان پھولوں کو پھر مندر لے جا کر دیوتا کی نذر کرتی تھی !
امّاں کی پوجا کے ان پھولوں میں مجھے امّاں کی خوشبو
آتی ہے !

مجھے ماں یاد نہیں ' مگر ' جب میں سونے کے لیئے جا
کر اپنے بستر پر لیٹتا ہوں '
اور کھڑکی میں سے آسمان کی طرف دیکھتا ہوں '

تو میرے دل میں آتا ہے گویا ماں مجھے تاک رہی ہے !
اور مجھے اپنی گود میں لے کر کہتی ہے : میرے لال ! میری
طرف دیکھ ! "
امّاں اپنی نظر آسمان بھر میں رکھ گئی ہے !

شیشو

امّاں! مجھ سے بھول ہوئی اور میں نے کہدیا ' سات اٹھے ستائیس -

بس ماسٹر صاحب بگڑ گئے !

اماں ! اُس میلے پر جو پانچ پیسے کا رنگین کھلونا تونے مجھے لے دیا تھا '

میں نے اپنی کتاب کے نیچے چھپا رکھا تھا !

کسی لڑکے نے ماسٹر صاحب سے کہہ دیا ' اور وہ سخت بگڑ گئے '

میرا وہ کھلونا لے کر توڑ پھوڑ دور پھینک دیا !

اور کہنے لگے : '' بس دن رات تیرا دھیان کھیل کود میں ھے '

شریر ! پڑھنے لکھنے میں تیرا ذرا جی نہیں لگتا ! ''

امّاں ! اب میں کس سے جا کر کہوں ؟

ماسٹر صاحب کا کوئی استاد نہیں ؟

میں ابھی اس سے جا کر شکایت کروں !

امّاں ! کیا ماسٹر صاحب کے گھر میں کوئی کھلونا نہیں ؟

کیا وہ کبھی کسی کھلونے سے کھیلتے ھی نہیں ؟

نہ دن کو نہ رات کو ؟

کبھی کھیلتے ھی نہیں ؟

کبھی کسي گلی کوچہ میں اپنے کسي کھلونے سے کھیل کر
وقت نہیں ضایع کرتے ؟

اگر ان کا وہ کھلونا کوئی غصہ میں آکر زمین پر دے مارے '
تو اماں کہو کیسا ہو ؟

ماسٹر صاحب کے دل پر کیسی گذرے ؟

شیتو

لے میں آج تیرا استاد عبداللہ ہوں !

اے میرے بلّی کے بچّہ ! پڑھ ، میرے چھوٹے سے بلّے پڑھ !

میں اس بلّے کو کبھی چھڑی سے نہیں مارتا ،

اور یہ لکڑی جو آپ میرے ہاتھ میں دیکھتے ہیں ، بس یونہی رکھی ہے !

بلّا مدرسہ میں روز دیر سے آتا ہے ،

بلّے کا دل پڑھنے لکھنے میں نہیں لگتا ، نہ لگے گا !

سبق بھی توجہ سے نہیں سنتا ہے !

دایاں ہاتھ اٹھا کر انگڑائیوں پر انگڑائیاں لیتا ہے !

کتنا ہی سر پیٹتا ہوں کہ بلّے ! کان دیکر سن !

لیکن اس کا دھیان تو رات دن کھیل میں ہے ، کھیل دن رات کھیل ، دوسرا کام ہی نہیں !

پڑھنے کے لیئے ہزار بہانے کرتا ہے !

میں اسے کہتا ہوں : " میرے بلّے ! پڑھ ! الف ، بے ، جیم ، نون ! "

وہ کہتا ہے ! " میوں ، میوں ، میوں ! "

بغدادی قاعدہ کا پہلا صفحہ کھول اس کی آنکھوں کے سامنے رکھتا ہوں !

لاکھ کوشش کرتا ہوں کہ کچھ تو سمجھے —

ایسا نہ کیجو کہ کوئی چیز کبھی چرا کر ھڑپ کر جاؤ !
ایک بھلے باتمیز لڑکے کی طرح بن !

لیکن جو نصیحت بھي اسے کرتا ھوں ، اکارت جاتي ھے !
اِس کان سنی اُس کان اُڑا دی !

مچھلی جو دیکھ پائے ، تو پھر کیا ھے ، سب کچھ بھول گیا !
پڑھنا لکھنا طاق پر !

چڑیا جو نظر آگئی ، کتاب چھوڑ جھپاک سے اس کے پیچھے !
میں اسے پڑھاتا ھوں "الف ، بے ، جیم ، نون !"
وہ بکتا ھے : "میوں ، میوں ، میوں !"

ھزار دفعہ میں نے اسے سمجھایا ھے کہ پڑھنے کے وقت پڑھا کر ، اور کھیل کے وقت کھیلا کر !

سبق پڑھتے وقت ایک سمجھدار لڑکے کی طرح ادب سے خاموش بیٹھا کر !

لیکن شریر اور شیطان لڑکوں کی طرح آنکھ کنیا کر یوں تاکتا ھے !

کوئی کہے جو کچھ میں نے کہا ھے سب سمجھتا ھے !
ایلو ! لپک کر وہ گیا ، اب کوئی کیا جانے گیا کدھر !
میں اس سے کہتا ھوں : "پڑھ ، الف بے ، جیم ، نون !"
وہ کہتا ھے ! "میوں ، میوں ، میوں !"

شیشو

امّاں ! یوں فکر مند سی کیوں بیٹھی ہو ؟

بچہ کو گود میں کیوں نہیں لیتی ؟

پاؤں پھیلا کے یوں کونے مھں بیٹھی اپنے دل میں کیا سوچ رهی هو ؟

تونے اپنے بالوں کو ابھی تک نهھں باندھا ،

مِنه کی بوندیں تیرے سر پر پڑ رهی هیں ، بال سب بھیگ رهے هیں !

کھڑکی سے باهر کیا دیکھ رهی هو ؟

زمین بھیگ رهی هے اور تیری ساڑی سے مٹی لگ رهی هے !

چار بجے کا گھنٹه بج گیا ،

بڑا بھائی اب مدرسه سے آرها هوگا ، بھول گئی هو کیا ؟

یوں فکر مند سی کیوں بیٹھی هو ؟

ابّا جان کی چٹھی نهیں آئی ؟

ڈاکیه تو هر کسی کی چٹھی دیوڑهی میں پھینک چلا گیا هے !

ابّا جان کی چٹھی وه هر روز آکر کیوں نهیں دے جاتا ؟

اپنے پڑھنے کے لیئے تھیلے مھں ڈال اپنے گھر لے جاتا هے ،

یه مجھ سے اور برداشت نهیں هوسکتا !

امّاں ! سن ' یوں ہر وقت غمناک ہوکر نہ بیٹھا کر !
کل ' جب لوگ سودا خریدنے بازار جائیں گے تو ماما سے
کہنا کہ قلم کاغذ لیتی آئے !
خود دیکھ لینا جو ایک غلطی بھی کر جاؤں !
الف سے لیکر ' طوے ' جیم ' میم ' ڈال تک ' موتے موتے
حرفوں میں '

ابا جان کی چھٹی میں خود لکھ کر تجھے پہنچا دونگا !
اماں ہنستی کیوں ہو ؟

سمجھتی ہو میں ابّا جان کی طرح خط نہ لکھ سکوں گا ؟
ذرا ٹھہر ! جب لکھ چکوں تو دیکھ لینا !
اوو جب چٹھی میں نے لکھ لی ' تو سمجھتی ہوگی کہ
جاکر ڈاکیہ کے تھیلے میں ڈال دوں گا ؟

جو کام خود ابّا جان باوجود اتنی عقلمندی کے کیا کرتے
ہیں !
نہیں ' میں یہ بےوقوفی کا کام نہیں کروں گا !
چٹھی تیرے سامنے لا ' تجھے پڑھکر سناؤں گا '
اور پھر تیرے ہاتھ میں دیدونگا !
اس وجہ سے کہ انہیں جو کبھی اچھی سی چٹھی
مل جاتی ہے تو پھر اُسے دیتے نہیں !

شیشو

میرے لال ! تونے مٹی مل کر اپنے جسم کی کیا حالت بنا رکھی ہے ؟

اور یہ پنّی ہاتھ میں لیکر تو کتنا خوش ہے !

گھر کے کونے میں یہ پنّی لیئے تو اپنے کھیل میں مگن ہے !

تجھے اس حالت میں دیکھکر مجھے ہنسی آتی ہے !

میں اپنے کام میں مصروف ہوں ،

روزانہ خرچ اخراجات کا حساب ملا رہی ہوں—

رقمیں بڑھتی چلی جاتی ہیں ،

میرا وقت یوں حساب کرتے کٹ جاتا ہے !

تو اپنے دل میں سوچ رہا ہوگا کہ اماں کا یہ حساب لکھنے کا کھیل بھی کیا کھیل ہے !

یوں تو وقت ہی ضایع ہوتا ہوگا !

میرے لال ! میں نے بھی اس دنیا کی خاک میں سے ایک مٹی کا ڈھیلا اٹھا لیا ہے ،

اسی سے کھیلتی ہوں ! دیکھیں یہ کھیل ہمیں کہاں پہنچائے ؟

اور وہ کھلونا جس کی ہمیں آرزو ہے کب ہاتھ آئے ؟

ہم اسی فکر میں ہیں—سونے چاندنی کے کھلونوں کی ہمیں آرزو ہے !

هم ایسی هی چیزیں جمع کر رهے هیں !
تجھے جو کچھ سامنے پڑا مل جائے تو اُسی سے اپنے کھیل
کا سامان پیدا کرلیتا هے !
هم جس چیز کی تمنا کیئے بیٹھے هیں اور نہیں ملتی '
هم اُسی کی اُمید میں زندگی بسر کر رهے هیں—
جس چیز کا ملنا محال هے هم اُسی کی تلاش میں
هیں !

شیشو

میرے لال ! روتے کیوں ہو ؟ کسی نے تجھے کچھ کہا ہے ؟
جب تو لکھنے بیٹھتا ہے اور روشنائی سے ہاتھ منھ سیاہ
کر لیتا ہے ،
تو لوگ تجھے غلیظ کہہ کر برا بھلا کہتے ہیں ؟
افسوس ، صد افسوس ! یہ تو ہرگز مناسب نہیں کہ
تجھے ایسی بات کہی جائے !
جب چودھویں رات کا چاند گہنا جاتا ہے تو کسی نے
کبھی اُسے غلیظ کہا ہے ؟
میرے لال ! تجھے لوگ غلیظ کہتے ہیں ، میں دیکھتی
ہوں کہ انہیں تجھ سے محبت نہیں !
کھیل کود میں کپڑوں کے چھیتڑے اڑا کر تو گھر لوٹتا ہے ،
تب لوگ تجھے کہتے ہیں کہ تو شریر ہے !
افسوس ، صد افسوس ! یہ تو ہرگز مناسب نہیں کہ تجھے
شریر کہا جائے !
صبح کی روشنی جب بادلوں کے ٹکڑوں سے چھن چھن کر
زمین پر گرتی ہے ،
تو کبھی کسی نے اُسے شریر نہیں کہا !
یہ لوگ تجھ سے جو کچھ بھی کہیں تو کان نہ دیا کر !
ہر روز تیری بدنامی بڑھتی چلی جا رہی ہے !

تجھے میٹھا بہت بھاتا ہے !

اسی لیئے گھر کے اور باہر کے لوگ تجھے مٹھائی کا لالچی
کہتے ہیں !

افسوس، صد افسوس ! یہ تو ہرگز مناسب نہیں کہ تجھے
لالچی کہا جائے !

اگر یہ سچ ہے کہ تو میٹھے کا لالچی ہے ،
تو وہ کیا ہوں گے جو تجھے چاہتے ہیں ؟

شہشو

آنکھوں سے آنکھیں ملی ھیں اور دل سے دل !
ھم دونوں کی زندگی کا افسانہ صرف یہی کچھ ھے !
بہار کی چاندنی رات پھولوں کی خوشبو سے مہک اُٹھی ھے !

میری بانسری میرے سامنے پڑی ھے '
اور تیرا دامن پھولوں سے بھرا ھے !
واہ ! یہ ھمارا عشق کیا سادہ اور آسان ھے !
تیرا یہ سرخ لباس میری آنکھوں میں خمار پیدا کرتا ھے !
پھولوں کا وہ ھار جو تونے گوندھا تھا ' میرے گلے میں ھے !
کچھ تونے مجھے دیا ھے اور کچھ مجھ سے چھپا رکھا ھے '
کچھ ظاھر ھے اور کچھ پنہاں !
کچھ مسکراھٹ ھے اور کچھ حیا !
اس طرح ایک دوسرے کے مقصد کو سمجھنا '
واہ ! یہ عشق ھمارا کیا سادہ اور آسان ھے !
ھمارے اس وصل کی بہار میں کسی نہایت ھی عجیب راز کا انکشاف نہیں !
اس راز میں کوئی حقیقت ایسی نہیں جو فہم و ادراک سے بالا ھو '
نہایت ھی گہری اور عظیم‌الشّان ھو !

ہمارے اس عشق کے پردہ میں کوئی چیز سایہ کی طرح
پنہاں نہیں !

صرف یہ بات ہے کہ ہم دونوں آنکھوں سے آنکھیں ملائے
ہوئے ہیں !

ہمارے دل میں کسی چیز کی تلاش نہیں !

واہ ! اس موسم بہار میں یہ ہمارا وصال کیا سادہ اور
آسان ہے !

باتوں کی تہ میں ہمیں کسی راز کی تلاش نہیں ،

آسمان کی طرف منہ اٹھائے ، دست بدعا ، ہم کسی
انتہائے آرزو کے خواستگار نہیں !

جو کچھ ہم دیتے ہیں اور جو کچھ ہم لیتے ہیں ، اس
سے زیادہ کی جستجو نہیں رکھتے !

جن نعمتوں کو ہم نے اپنے سینوں سے لگا رکھا ہے ، ان پر
ہمیشہ کے قبضہ کی بھی جد و جہد نہیں !

واہ ! بہار میں یہ ہمارا وصال کیا آسان اور سادہ ہے !

سنتے تھے کہ عشق کے سمندر کا ساحل نہیں ، وہ بحر
بیکراں ہے !

وہ کسی جہت کا پابند نہیں !

سنتے تھے کہ عشق میں وصال کی پیاس کبھی بجھتی نہیں ،

دیدار کی بھوک کا کوئی چارہ نہیں ،

اور یہ کہ عشق کے ساز کے تار نغمہ کے شور سے ٹوٹ
جاتے ہیں ،

لوگ کہتے تھے کہ کوئے یار کی راہ بڑی پیچ در پیچ ' اور
دشوار گذار ھے—
مگر ھمارا عشق کیا آسان ھے ' کیا سادہ ھے !

اے حسین ! کہاں ؟ کہاں ؟ کہاں تک مجھے یوں کشاں کشاں لے جائیگا ؟

مجھے بتا ' وہ گھات کہاں ہے جہاں تیری سنہری کشتی آن کر ٹھہرے گی ؟

اے نرالے ! جب میں تجھ سے پوچھتا ہوں '

تو جواب میں فقط مسکرا دیتا ہے !

تیرے دل میں کیا ہے مجھ، پر نہیں کھلتا !

تو خاموش اپنی انگلی سے اشارہ کر دیتا ہے اور بس —

یہ بحر بیکراں بیتاب ہو کر متلاطم ہوتا ہے ' بپھرتا ہوا اُٹھ کر ناچتا ہے !

سورج گھوم کر افق مغرب میں جا ڈوبتا ہے !

ہاں ' وہاں وہ کیا ہے ؟

میں کس کي جستجو میں ہوں ؟

مجھے بتا ' اے نا معلوم ! میں تجھ سے پوچھتا ہوں مجھے بتا '

وہاں افق مغرب پر اترتی ہوئی شام کے کنارہ وہ چتا کیسی جل رہی ہے ؟

اس کے نیچے آتش سیال کا دریا بہ رہا ہے ' گویا آسمان کا دل خون ہوکر بہ گیا ہے !

آسمان کی آنکھوں سے گویا خونین آنسروں کا دریا بہ
رھا ھے !

اے حسین ! ممکن ھے ان نغمہ سرا موجوں کے پار تو خود
ھی بیٹھا ھو '

شاید اُس پہاڑ کے دامن پر کہ جس کی چوٹی پر آسمان
بوسہ دئیے ھے تو خاموش بیٹھا مسکرا رھا ھے !

ساحل پر موجوں نے شور و غل بپا کر رکھا ھے !

موجیں مجھے تاک رھی ھیں !

موجوں نے اپنے اندھے جوش تلاطم سے ایک طوفان بپا
کر رکھا ھے !

شک اور شبہ تاریک سمندر کی طرح چاروں طرف سے
مجھے گھیرے ھے '

جس طرف بھی دیکھتا ھوں کنارہ کہیں نظر نہیں آتا !

میں اس دنیا کی موجوں میں غوطے کھا رھا ھوں '

اور دریا نہ تھمنے والے آنسوؤں کے تیز دھارے کی طرح
ناچتا ھوا بہتا چلا جا رھا ھے !

اسی سمندر کی سطح پر دور ' وہ سنہری کشتی تیر رھی ھے '

اور مغرب میں ڈوبتے ھوئے آفتاب کی کرنیں اُس پر ناچ
رھی ھیں !

اے حسین ! کہاں؟ کہاں ؟

شونارتوری

دن کے سب کام دھندے ہو چکے تھے '
رات سخت اندھیری تھی !
میں نے اپنے دل میں کہا ! آج کوئی نہیں آتا !
گاؤں میں جھونپڑیوں کے دروازے سب بند ہیں ' مگر
کسی نے کہا ہے وہ آج آئیں گے !
ہم نے سنا اور ہنس کر ٹال دیا ' آج کوئی نہیں
آتا !

یہ صحیح ہے کہ ہم نے سنا گویا کوئی دروازہ پر دستک
دے رہا ہے '
سوچا ' ہوا ہوگی ' یہ جھونکا تھا ہوا کا !
چراغ بجھا دئیے ' دن کی ماندگی نے غفلت پیدا کی تو
سو رہے !
کسی نے یونہی پوچھا ' پیغامبر آیا تو ؟
ہم نے یہ بھی سنا ' مگر ہنس کر ٹال دیا - ہوا کا جھونکا
تھا جس نے یہ وہم پیدا کیا !

آدھی رات کا وقت ہے ' آواز سی سنائی دی—
غنودگی میں ہم نے سمجھا یہ بادلوں کی گرج ہے !
یاد آتا ہے ایسا محسوس ہوا تھا کہ زمین کانپ
رہی ہے !

ایک بولا ! سنو ' گاڑی کی دھمک ہے !

ہم نے سنا اور ہنس کر ٹال دیا ' بادلوں کی گرج تھی جس نے یہ وہم پیدا کیا !

تب رات کی خاموش اور تاریک فضاء میں گانے کی سی آواز سنائی دی—

گویا کوئی پکار رہا ہے ! اٹھو ' بیدار ہو ' آنے والا آ گیا !

دل کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر ' سہمے ہوئے ہم ٹھٹھک کر رہ گئے !

کسی نے کہا ! میں بادشاہ کی سواری کے آگے آگے اس کا علم لہراتا ہوا دیکھتا ہوں !

ہم سب نے اٹھکر کہا ! اب دیر نہ ہونی چاہئے—
کہاں ' کہاں ہے روشنی ' مشعل ' بھائی روشنی ؟
انتظام ؟ بندوبست ؟ بادشاہ ہمارے یہاں اترے ہیں '
تخت کہاں ہے ؟ وائے نصیب ! وائے شرم و ندامت !
کہاں ہے دربار ' دربار کی آرایش ؟
کسی نے کان میں کہا ! اس وقت یہ واویلا بے سود ہے !
بھائی اٹھ ' دروازے کھولدے ' اٹھ ' بجا ' ساز بجا !

گا ! اندھیری رات میں آئے ہیں اس اندھیرے گھر کے شہنشاہ !

سماں کی تاریک فضا میں بادل گرجتے ہیں ' بجلی رہ رہ کر چمکتی ہے !

ٹوٹا پھوٹا بستر بچھونا جو کچھہ ہے نکال ، صحن میں لاکر بچھا دے !

آندھی بارش طوفان کی سواری پر ،
دکھہ درد کی اندھیري رات کے بادشاہ کی آمد ہے !

کھیا

اماں جان ! شہزادہ آج ہمارے گھر کے سامنے سے گذرے گا !

تم ہی کہو میں آج گھر کے کام دھندے کو لیکر کیسے رہ
سکتی ہوں ؟

اماں ! مجھے بتا آج میں کیا کروں ؟ بال کس طرح
سنواروں ؟

کس طرز کا لباس پہنوں ' کس رنگ کا کس ڈھنگ کا ؟

اماں ! تمہیں کیا ہوا ؟ اس طرح حیران سی کیوں تک
رہی ہو ؟

کھڑکی کی آڑ میں سے جہاں کھڑی میں دیکھوں گی '
شہزادہ تو میری طرف منہ موڑ کر نہ دیکھیگا !
بس آنکھ جھپکنے کی دیر ہے کہ نظارہ ختم ہوگا '
شہزادے کی سواری نکل جائیگی—
صرف بانسری کی آواز دور سے آتی سنائی دے گی !

جب بھی ' اماں ! بادشاہ کا لال آج ہمارے گھر کے سامنے
سے گذریگا !

صرف اسی ایک لمحہ کے لیئے میں کس طرح اپنے آپ کو
سنوارے بغیر رہ سکتی ہوں ؟

اماں ! شہزادے کی سواری ہمارے گھر کے دروازے کے سامنے
سے نکل گئی !

اُس کي اس زرّیں سواری پر صبح کی روشنی کی رنگین
کرنیں کس طرح نثار ہو رہی تھیں ! واہ وا واہ !
اماں ! صرف ایک لمحہ بھر کے لیئے میں نے گھونگھٹ منہ
پر سے اتھا کر شہزادے کو دیکھ لیا !
موتیوں کا ھار گلے سے توڑ اس کی راہ میں پھینک دیا !
اماں ! تمہیں کیا ہوا ؟ اس طرح حیران سی کیوں تک
رہی ہو ؟
میرے ھار کو اُس نے زمین پر سے اُتھایا نہیں '
وہ تو اس کی رتھ کے پہیئے کے نیچے دب کر پس گیا !
ھمارے دروازہ کے سامنے راستہ کی دھول میں پسے موتیوں
کی ایک لکیر سی پڑی رہ گئی ھے !
میں نے شہزادے پر کیا نثار کیا اس کی خبر کسی کو
نہیں—
میرا پیش کش تو پس کر خاک میں مل گیا !
جب بھی ' اماں ! بادشاہ کا لال ھمارے گھر کے دروازے کے
سامنے سے گذرا ھے !
تم ھی کہو میں اپنے گلے کا ھار نثار کئیے بغیر کیسے رہ
سکتی تھی ؟

کھیا

قیدی ! ان زنجیروں میں تجھے کس نے جکڑ کر رکھ دیا ؟
میرے آقا نے مجھے ان فولادی زنجیروں میں باندھ دیا ھے !
میرے دل کی آرزو تھی کہ عزّت و آبرو میں سب سے بازی لیجاؤں ،
شان و شوکت میں میرے مقابلہ کا کوئی نہ رھے ،
اور وہ خراج معبودیت جو میرے آقا کا حق تھا ، میں نے مار لیا !
تب یہ ھوا کہ بد مستی نے آکر مجھے گھیر لیا :
اور اس تخت پر چڑھ بیٹھنے سے نہ چوکا جو میرے آقا کا تخت تھا !
•
غفلت کا پردہ جو اٹھا تو دیکھتا ھوں کہ اپنے ھی خزانہ میں قید ھوں !

قیدی ! یہ فولادی زنجیر کس نے بنائی ؟
یہ زنجیر ؟ یہ زنجیر میں نے اپنا خون پسینہ کی راہ بہا کر تیار کی تھی !
خیال یہ تھا کہ اپنی قوت و ثروت کے بل پر اس دنیا کو غلامی کی زنجیروں میں باندھ اپنے قابو میں لاؤں !
میں آزاد رھوں ، دنیا میری غلامی میں رھے !

اس مقصد کے حاصل کرنے کے لیئے میں نے دن رات سخت محنت کی '

کتنی ہی آگ کی بھتیاں صرف ہوئیں '

اور کیا کیا غضب کی چوتیں ! پیٹ پیٹ کر کس مشقت سے اسے بنایا کچھ اندازہ ہے ؟

جب یہ سنگین زنجیر تیار ہو گئی تو دیکھتا ہوں کہ میرے ہی پاؤں میں آویزاں ہے !

کھریا

میرے محبوب ! پھولوں کی طرح تیرے نغموں کے پھول کھلتے ہیں !

یہ نغمے تیرا کرم ہیں ! یہ محض تیرا لطف ہیں !

میں تیرے نغموں کے یہ پھول کھلتے دیکھکر سرور کی لہروں میں اچھلتا ہوا بہ جاتا ہوں !

میں ان پھولوں کو اپنا سمجھ کر تیری نذر کرتا ہوں !

اور تو مسکراتے ہوئے انہیں قبول کر لیتا ہے !

یہ مجھ پر تیرا بڑا احسان ہے !

پھر جب عبادت کا وقت ہو چکے اور پھول مرجھا کر زمین پر گر جائیں '

تو کسی خسارہ کا اندیشہ نہیں !

اس عالم میں تیری عبادت کی لوٹ مچی ہے !

میری اس مختصر سی زندگی میں میرے نغمے بھی میرے پھول ہیں '

اور میں انہیں زندگی پر نثار کرتا ہوں !

میرے محبوب ! تیرے نغموں کے پھول کھلتے ہیں !

یہ تیرا کرم ہے ! یہ محض تیرا لطف ہے !

تم میں سے کوئی بھی پھول کھلا نہ سکے گا ! ۔ ؟
خواہ کتنی ہی باتیں بناؤ اور کچھ بھی کرو '
اسے پکڑ کر اوپر کھینچو ' تانو '
رات دن خواہ کتنے ہی جتن کرو '
اس کی جڑوں کو پیٹو ' نہ سکو گے کہ پھول کھلا سکو !
کتنا ہی تم اُسے دیکھو بھالو ' یہی کر سکتے ہو کہ اُسے پژمردہ کر ڈالو !
اس کی پنکھڑی پنکھڑی نوچ سکتے ہو نوچ کر خاک میں ملا سکتے ہو !
ہزار جد و جہد کے بعد اگر غنچہ نے منہ کھول دیا —
اس میں رنگ نہ ہوگا ' بو نہ ہوگی ' نہ سکو گے کہ پھول کھلا سکو !
اور وہ جو پھول کھلاتا ہے ' کس سادگی سے اور آسانی سے کھلاتا ہے !
اس کی ایک نگاہ کی دیر ہے ' اسکی آنکھ سے ایک شعاع کی دیر ہے —
کہ پھول میں زندگی کی تان سرایت کر جاتی ہے !
اُس کے نفس کے چھونے کی دیر ہے کہ پھول گویا پرواز کرنا چاہتا ہے !

پلکھڑیوں کے پر کھل جاتے ھیں ' پھول ھوا میں پر تول دیتا ھے !

پھول کا رنگ ھماری زندگی کي بے قراري کی ایک تصویر ھے !

اور اس کی خوشبو اڑنا چاھتی ھے ' یہ کسی کی متلاشي ھے !

کھیا

میں دیوانوں کی طرح جنگلوں میں سرگشتہ پھر رہا ہوں !
اس ہرن کی طرح سرگرداں ہوں جو اپنے ہی نافہ کی
خوشبو سے مست ہوکر دیوانہ‌وار چوکڑیاں بھر رہا ہو !
بہار کی راتوں میں نسیم کے جھونکوں سے مست ہو کر
نہ معلوم کس طرف کو نکل جاتا ہوں !
لیکن ہر وہ چیز جس کی آرزو کرتا ہوں دھوکا ثابت ہوتی
ہے ' سراب ہوتی ہے !
میرے دل کی جو آرزو ہے ' اُسے میں ان ہاتھوں سے پکڑ
نہیں سکتا !
میں نے ناچار اپنے دل کو الوداع کہا !
میری تمنائیں سراب کی طرح ہیں !
سدا ایک جگہ سے دوسری جگہ گردش میں ہیں !
میں چاہتا ہوں اپنی تمناؤں کو سینہ سے لگائے رکھوں !
لیکن جب دیکھتا ہوں انہیں اپنی آغوش میں نہیں پاتا !
ہر چیز جسکی میں آرزو کرتا ہوں سراب ثابت ہوتی ہے !
میری بانسری کی آرزو یہ ہے کہ نغموں سے اُنہیں موہ کر
پھانس لے !
میری حالت اس دیوانے کی سی ہے جو مطلوب کو آغوش
میں لیئے —

اپنے گانے میں اسی کا متلاشی ہو ، لیکن اُسے ڈھونڈھے نہ پائے !

ہر وہ چیز جسکی میں آرزو کرتا ہوں سراب نکلتی ہے ،
جو کچھہ میں چاھتا ہوں نہیں پاتا !

آتشرگ

دل میں بسنے والے کی ھنسی اور اس کے رونے کی پوشیدہ آواز سننے کے لیئے ' میں اپنے دل کی اندھیری گہرائیوں کے دروازہ پر کان لگائے رھتا ھوں !

اُس عالم میں بھنور نے بھی کنول کی تلاش چھوڑ دی ھے '

اور وھاں وہ اُس کنول کا متلاشی ھے جو نیلے آسمان میں کھلتا ھے !

نامکن کا متملی ھے !

اُس عالم میں نہ معلوم وہ کون سا پرندہ ھے جو رات کی تاریک خاموشی میں اپنے ساتھی کے فراق میں اکیلا ھی گاتا ھے !

وہ کون ھے ؟ کسے معلوم ھے وہ کون ھے !

ھاں ' کچھ تھوڑی بہت جھلک اُسکی کبھی کبھی میں پاتا ھوں '

اور تھوڑا بہت اُسے عقل اور استدلال کے زور بھی سمجھ سکتا ھوں '

اور کچھ وھم و قیاس سے باھر ھے !

تم ھی کہو ' کبھی میرے نغمہ کے پردے میں تمھیں اس کا پیغام سنائی دیا ھے ؟

میں سمجھتا ھوں وہ میرے گانے میں اپنے آپ کو چھپا کر مجھے خود اپنا کلام سناتا ھے !

پروباھی نی

بھائی ! خبر ہے تمہیں کچھ بہشت کہاں ہے ؟

اس کا کوئی ٹھکانہ نہیں ' پتہ نہیں ' نشان نہیں !

اس بہشت کا نہ آغاز ہے نہ اختتام ! نہ اس کا کوئی مقام ہے نہ جہت '

وہاں دن نہیں رات نہیں !

البتہ میں نے اُس بہشت کے خلا کی بہت سی خاک چھانی ہے !

وہ نیستی سے آباد ایک فانوس خیالی ہے !

ہاں ' یہ معلوم نہیں کہ یہ کے زمانوں کے اعمال صالحہ کی جزا میں ہے کہ میں اس زمین پر آدم خاکي کی صورت میں پیدا ہوا ہوں !

اور اصل بہشت میرے تن بدن کا احسانمند ہے !

میرے غیر فانی عشق ' میرے سینے کی جاودانی تپش میں بہشت موجزن ہے !

میرے حسن میري شرم ' میرے ناز و ادا ' میرے درد و غم میری خوشی میں '

میری زندگی اور موت کے رنگین کھیل میں بہشت زندہ ہے !

میری زندگي کے نت نئے رنگوں میں بہشت کی ترنگیں ہیں !

میرے نغموں میں بہشت کی صدا ہمنوا ہوکر گونجتی ہے !
اور یہ میرا دل ہے جس میں بہشت نے اپنا مقام
پا لیا ہے !

جبھی تو بہشت آج اپنی آسمان بھری محبت کی نگاہوں
سے مجھے یوں تاک رہا ہے !

جبھی تو آج ہر طرف سے خوشی کے ترانوں کی صدائیں
آرہی ہیں !

سمندروں کی موجوں میں میری فتح کا ڈنکا بج رہا ہے !
جبھی آج پھول کھلے ہیں !
چشمہ کے کنارے پتوں میں خوشی سے کھلبلی سی پڑ گئی
ہے !

مادر زمین کی گود میں بہشت نے جنم لیا ہے !
یہی خبر آج ہوا فرط مسرت سے چاروں طرف دیوانہ وار
اڑاے پھرتی ہے !

بولاکا

یہ ان گنت زمانوں کی ریاضت شاقہ کا نتیجہ ہے کہ —

یہ نقش سرور ' یہ انبساط محض کی تصویر — گلاب '
اس زمین پر آکر کھلا !

زمانوں سے یہ عالم غیب کے دامن تلے پوشیدہ تھا !

اسی طرح میرا وہ خواب !

نہ معلوم کس دور دراز زمانہ کے کس گلشن بہار کے کس گوشہ میں '

ایک کلی کے منہ پر مسکراہٹ سی تھی ' اب آئی کہ اب آئی !

وہ مسکراہٹ آج پیدا ہوئی ہے !

میری آرزو اسی طرح میرے دل کی گہرائیوں میں زمانوں سے پوشیدہ تھی !

میرا اندھیرا ھی بھلا ھے !

اپنے آپ کو روشنی کے حوالہ تو کرسکیگا !

روشنی کا حریص دیکھو نور کو کس طمع سے سمیٹتا ھے—

بس یہی طمع کا دھندلکا تباہ کن ھے !

بچہ ماں کی گود میں اطمینان سے دود پیتا ھے '

لیکن مغرور عقلمند تیری بارگاہ کے دروازہ پر روک دیا جاتا ھے !

تیري راہ اپنا راستہ خود دکھاتی ھے !

پروردگار ! میں تیری اس راہ پر سیدھا چلونگا !

اور وہ جو راستہ بتانے کے لیے آن جمع ہوئے ھیں—

وہ تیری راہ میں سنگ راہ ھیں !

بالآخر اُس نے ہمیں ناکام ہونے والی جماعت میں لاکر کھڑا کردیا !

لیکن جہاں تک ہمارے یقین کا تعلق ہے ' ہمیں معلوم ہے ہم ہارنے کے نہیں !

اگر تو چاہے ہمیں شکست دے ' بہتر ' یہ گروہ شکست کھانے کے لیئے تیار کھڑا ہے !

اگر تیرا مقصد یہي ہے کہ ہم تیرے کھیل میں صرف شکست کی مہم انجام دیں—

مات ہوجائیں ' تو بہت خوب ' یونہی سہي ' لیکن تیرا کھیل چھوڑنے کے نہیں !

کوئی گرتا ہے کوئی اتھتا ہے ' کوئی جیتا ہے کوئی مرتا ہے !

ہم سب کے سب موت کے گھات اتر کر عدم میں جا بسینگے !

جب تونے ہمیں شکست کھانے والے گروہ میں لاکر کھڑا کر دیا تو ہم ہار ہي کا کھیل کھیلیں گے !

البتہ کچھ لگائے بغیر کھیلنا بے سود ہے !

ہم دولت لٹا دیں گے !

تن من دھن سب کچھ لگا دیں گے !

تیری پکار بے پناہ ہے !

ہمارے خرمن ہستي کے لیئے خندۂ برق ہے !

لیکن پرواہ کسے ہے ! لٹ جانے دے اگر سبھی کچھ جاتا ہے ' جانے دے !

آخری کوڑی تک ہم بد کے چھوڑیں گے !

اور اس کے بعد کسی جنگل کے پوشیدہ گوشہ میں یہ تیری شکست خوردہ جماعت '

اس دنیا میں نام و نشان چھوڑے بغیر گم ہو جائیگی !

لیکن ہاں ' یہ شکست فیصلہ کن شکست نہیں ' کھیل اس کے بعد بھي باقي ہے !

تو جیت گیا ' اس میں کسی کو شبہ نہ رہا ' لیکن—

ہم شکست ہی کی ریاضت میں تجھے ڈھونڈھتے ہیں !

نقصان اور خسارہ کی بے پناہ تلوار ہماری زنجیروں کی کڑیوں کو کاٹتی چلی جاتی ہے !

کون جیتا ؟

اس بات کا کسي کو وہم و گمان بھی تھا ؟

مات !

کھیا

وہ آئیگا !

میں اسی امید پر بیٹھی ہوں !

تم سنتے نہیں یہ آواز کیسی ہے ؟ نغمۂ سروش ہے ! کوئی
گا رہا ہے !

سدا سے گا رہا ہے : وہ آرہا ہے ! آرہا ہے !

نغمہ کی تان کی صورت ' سیلاب کی روانی میں
آرہا ہے !

اور یہ آواز اُس پار سے کہاں سے آرهي ہے ؟

یہ بانسری کی تان ہے —

یہی تان ہماری رہنما ہے ' دلیل راہ ہے ' مقصد کا سراغ
اسی تان کے نقش قدم پر چلنے سے ملیگا !

دیکھو ' جنگلوں میں پھول کھلے ہیں !

اشاروں سے صاف بتا رہے ہیں ' وہ آرہا ہے !

میں اسی امید پر بیٹھی ہوں !

نہیں ' وہ نہیں آیا ' ابھی تک نہیں آیا !

اس روشنی اور تاریکی کے عالم میں ' ہائے ! وہ صدا جو
کانوں میں آئی تھی '

وہ کیا محض خواب تھا ؟ دھوکا تھا ؟

افسوس ! وقت گذرتا چلا جاتا !

میں دل کی کھیل کے انتظار میں ہوں ' کھیل کا سامان لیئے منتظر بیٹھی ہوں !

میرے اس سامان میں کچھ بھلا ہے اور کچھ برا ' کچھ سیاہ بے رنگ اور کچھ سفید اور رنگین !

کھیل کا ساتھی میرے پاس نہیں !

نہیں ' وہ نہیں آیا ' ابھی تک نہیں آیا !

میرا دل کہتا ہے وہ آئیگا اور اس بھری ندی سے میں اس کے ساتھ پار جاؤں گی !

کشتی کھیتی نہیں ہوں ' یونہی منتظر بیٹھی ہوں !

اب تو روشنی میں غروب آفتاب کی سرخی آن ملی ہے !

چرواہا اپنے گلّے ریوڑ لیئے چلا جارہا ہے ' اور مویشیوں کے پاؤں سے اڑتی ہوئی دھول شام کی تاریکی سے مل کر سیاہ ہو رہی ہے !

میرے خواب نوشیں کے عالم میں رہنے والے آخر تو کہاں ہے ؟

تیرے گلے کا ہار جو میں نے تیار کر رکھا ہے ' میرے ہاتھوں میں ہے '

اسی کو لیئے بیٹھی ہوں !

وہ آیا ! وہ آ گیا ' واہ اُس کے حسن کا پرتو ! واہ کیا دلربا منظر ہے !

رات کی اس مہکتی ہوئی ہلکی ہلکی ہوا میں یہ میرا دل کس طرف کو بہ چلا ؟

ان جنگلوں کی گنگناهٹ میں وہ گویا اپنی وهی خاموش هنسی هنس رها هے !

یہ اُس اندیکھے کے آ پہنچنے کی خوشی میں هے که اس جنگل کی فضاء خوشي سے مستانه وار جھومنے لگی هے !

آها ! میرا دل گواهی دیتا هے وہ آگیا !

اے مجاہد ! اے عاشق ! اے دیوانے !

وہ کون سی شمع نور تھی جس کی لو سے تو اپنی امید کی شمع روشن کرکے اس جہاں میں آیا ؟

اس جہاں میں—

جہاں دکھ درد کی دلگداز چوٹ سے تیری زندگی کے ساز میں جھنکار پر جھنکار پیدا ہوتی ہے !

اس دنیا کے مصائب و آلام میں—

وہ محبوب کہاں ہے جس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھ کر تو یوں خوش ہے !

تجھے تلاش کس کی ہے ؟

اپنے سکھ آرام کے خرمن کو آگ دکھا کر تو اس دنیا میں سرگرم پیکار ہے !

وہ کون ہے جو تجھے یوں رلا دیتا ہے اور تجھے اُس سے عشق ہے ؟

اُس کے فکر کے سوا تو دوسرے فکروں سے آزاد ہے !

اُس کے عشق میں تو موت کو بھول آب حیات کے قلزم میں شناور ہے !

" خوف نہ کھا " کے پیغام پر ایمان رکھتے ہوئے '
پھٹے بادبانوں میں سینہ کو تان کر '
میں اپنی کشتی کو کھیتا اُس پار لیجاتا ہوں !
میرا رہنما وہی ہے—
جو مجھے ہر حال میں دیکھ رہا ہے !
میرے دل میں کھٹکا نہیں—
میں کشتی کو منجھدار میں چھوڑتا ہوں '
مجھے اُسی پر بھروسہ ہے !
جس دن تمھارے پر مجھے یقین ہے یہ کشتی تیرے سہارے پار لگے گی !

وہاں میں اپنے درد دل کے سرخ کنول کو—
تیری رحمت کے قدموں پر رکھدوں گا !

مکھدھارا

وہ میرے من میں رہتا ہے !

میں اسی کی تلاش میں ہوں جو میرے من میں رہتا ہے !

اندھیری رات میں ستاروں کی بہار دیکھ،
صبح کو جنگل میں پھولوں کی بھرمار دیکھ—
وہ ان سب میں آپ رہتا ہے !

وہ میری آنکھ کے تارے کی روشنی میں ہے !
جبھی، اس عالمگیر اندھیرے اور اجالے میں—
رنگ روپ کا یہ اودھم ہے، جھمیلا ہے، طلاطم ہے !
وہ میرے ساتھ رہتا ہے !

جبھی، دکھن سے جب باد بہار کے جھونکے مجھے آکر چھوتے ہیں،
سرور کی لہریں میرے رگ و ریشہ میں کوند جاتی ہیں !
یہ اُسی کا پیغام ہے—
جو میرے والہانہ گانے کی بے خودانہ تان میں بلند ہوتا ہے !

دکھ درد بھرے صدمے بھی اُسی کی بخشش ہیں !
وہ میرے دنیا کے کام دھندے میں اپنے آپ کو چھپا کر مجھے غافل بھی رکھتا ہے !

وہ میرا سدا کا ساتھی ہے !
یہ اسی کا ساتھ ہے کہ میرا ہر لمحہ سرور سے لبریز ہے !
میں اُسی کی تلاش میں ہوں جو من میں رہتا ہے—
وہ میرے من میں رہتا ہے !

۱۱۰

راہ نے مجھے پکارا ہے !

سفر کا جنون میرے سر میں ہے !

آفتاب اُس وقت مشرق سے طلوع ہو رہا تھا، میری کشتی دریا کے کنارے بندھی تھی !

شبنم پھولوں پر سے خشک ہوکر ابھی اڑی نہیں تھی —

جبکہ مندر سے سنکھ کی گرجتی ہوئی آواز بلند ہوئی !

میرے سر میں کسی طرف کو چل نکلنے کا سودا سما گیا —

راہ نے مجھے پکارا ہے !

اس راہ نے، اس گھر بار کو خیرباد کہکر، ہر ملک ہر وطن میں گھوم پھر کر پہنچنے والی راہ نے مجھے پکارا ہے !

صبح کے وقت، دور، وہاں !

واہ ! یہ کن خواہشوں اور دل کی امنگوں سے لبریز ایک نغمہ ہے —

کہ دور کوہسار کی رفعت اور میدانوں کی وسعت پر برس رہا ہے !

اس گھر بار کو خیرباد کہکر، ہر ملک ہر وطن میں گھوم پھر کر آنے والی راہ پر ہر روز نئے نئے مسافروں کا آنا جانا ہے !

نہ کچھ سوچا نہ تامّل کیا، میں کیوں اس راہ پر ہو لیا مجھے کس کی تلاش ہے ؟

بس نکل کھڑا ہوا !

یونہی سدا آگے بڑھتے چلے جانے میں ایک سرور ہے !

باہر نکل کر بس دیکھتے چلے جانے کے لیئے دل میں کتنا شوق ہے ' تجسس ہے ' تعجب ہے ' جس کی انتہا نہیں !

ہر قدم پر میرے دل میں ایک امنگ اٹھتی ہے !

یہ کس نامعلوم ' کس بے نام و نشان کو پانے کے لیئے میں اِس زندگی کی صبح میں اس راہ پر نکلا ہوں ؟

اس راستہ پر سفر کرتے عمر بہت سی کٹ گئی ہے !

اس راہ پر میں بہت دور نکل آیا ہوں !

میں سمجھتا تھا اس راہ کے ہر موڑ پر طرح طرح کی نعمتوں اور عجیب عجیب نصیبوں کا سامنا ہوگا !

نئی نئی سریں میرے سننے میں آئیں گی !

ان سب کے بعد بہت سا زمانہ گذر گیا ' میں بہت دور چلا آیا !

بہت کچھ دیکھنے اور سننے کے بعد ' اب میری زندگی میں اطمینان پیدا ہوا ہے !

دفعتاً کسی کو پالینے کی امید اب میرے دل میں نہیں !

اب صرف میں ایک بات چاہتا ہوں '

جبھی گھاٹ کے پاس پاس آ رہا ہوں !

اب میرا دل صرف اس لیئے بیقرار ہے کہ کشتی پر سوار ہو تیرے گھاٹ کی طرف بہتا چلا جاؤں !

یہ میں آج سمجھا ہوں کہ میں کس کی تلاش میں نکلا ہوں !

جبھی ، دفعتاً کسی کو پالینے کی امید اب میرے دل میں نہیں !

سیلاب فنا !

پھر آیا سیلاب ! فنا کا سیلاب پھر آیا !

درد و الم کے دریا میں جوار آیا اور آکر آنکھوں کی راہ بہہ گیا !

آسمان آج کالی گھٹاؤں سے گھرا ھے ' بادلوں کی گرج دور سے
سنائی دیتی ھے !

یہ دیوانہ کون ھے—

جو بار بار اس طرح بجلی کی چکاچوند کڑک میں
قہقہہ زن ھے ؟

پھر آیا وہ خانماں برباد پھر آیا !

آج موت کے خوان یغما پر زندگی کو دعوت ھے !

موقع ھے ' اسے غنیمت سمجھ ' خداوند قہر و جلال کی
خوشنودی حاصل کر لے !

اس کے قدموں پر سب کچھ دھر دے ' اور اِدھر اُدھر
نہ دیکھ—

اُس سے چھپا کر کسی چیز کو دل میں نہ رکھ ' رکھدے
سب کچھ اُس کے قدموں پر '

پھر آیا فنا کا سیلاب پھر آیا !

دوست ! آج تو اسی بے پناہ سیلاب کی راہ اختیار کر !

گھر میں سب کچھ تاریک و تار ھے—شمع بجھ چکی ھے—

آج تیرے گھر پر طوفان کا دھاوا ھے !

اس نے تیرے گھر کی بنیادیں ھلا دی ھیں !

سن ، یہ آواز کیسی ھے ؟

اُس نامعلوم عالم بیکراں کی طرف پکار رھے ھیں !

دیکھ ! پھر آیا سیلاب ! فنا کا سیلاب پھر آیا !

افسوس ! صد هزار افسوس ! بس ، آنکھوں سے آنسو گرنے نہ پائیں !

خوف سے منھ کو مت چھپا !

اپنے آپ کو چھپائیگا کہاں ؟ تو ڈرتا کس لیئے ھے ؟

دے توڑنے دے ، اس دروازے کے پٹ ، زنجیر ، قفل توڑنے دے ،

نکل ، باھر آ ، راہ پر آ —

اُس راہ پر جس کا سفر رنج و راحت کی منزل کے بعد در پیش ھوتا ھے !

پھر آیا وہ سیلاب خانماں برباد پھر آیا !

اب بھی کیا تیری زبان سے طوفان کی فتح کا نعرہ بلند نہ ھوگا ؟

اب بھی تیرے پاؤں کیا اس قیامت خیز تال پر نہ اتھیں گے ؟

انتہا جب فنا تھری تو اپنی تمام قوت و ھمت کے ساتھ ، اپنے اس خون سے شرابور لباس میں مسلح ھوکر ، فنا کے میدان میں آ !

پھر آیا سیلاب ! فنا کا سیلاب پھر آیا !

بولاکا

راہ کا ساتھی !

اس راہ کی تاریکی میں وہ اندیکھا ہر راہرو کا ساتھی ہے !

وہ کیا ہی مبارک صبح تھی جس کی روشنی میں
اچانک میں نے اُسے دیکھا !

آن کی آن میں رات صبح ہوگئی !

وہ میری ازلی سعادت کا خزانہ ہے !

اس سعادت کے پانے کے بعد ' عرفان کی انتہا نہ رہی !

میں نے دیکھا کہ اسی نا معلوم تاریک راستے کے
کنارے '

نا معلوم گھنے جنگلوں میں جانے پہچانے رنگا رنگ کے
پھول کھلے ہیں !

میں سمجھتا ہوں اُس دن کے ختم ہونے پر جب شام کی
تاریکی راستے پر چھا جائے گی '

اور جب پردہ گر جائے گا !

دیکھنے سننے کی قید باقی نہ رہیگی —

تب میں دل ہی دل میں اِسی عرفان کے سرور کو
محسوس کروں گا !

تب یہ کھل جائے گا کہ اس روشنی اور تاریکی کے سنگم پر
ہم ہمیشہ کی راہ کے مسافر ہیں !

تب سبھی کچھ کھو بیٹھنے کے بعد—
کسی ایک کا پا لینا میں دل میں محسوس کروں گا—
اِسی نا معلوم راستے کی تاریکی میں ،
وہ اندیکھا ہر راہرو کا ساتھی ہے !

باز آیا ، میں اپنے آپ کو اپنے ہی سر پر اُتھائے پھرنے سے
باز آیا !

اپنے ہی گھر کے دروازہ پر دست سوال دراز کرنے سے باز آیا !

یہ بار گراں تیرے قدموں پر پھینک ،

میں آزاد ہوتا ہوں !

اب اس بوجھ کا حال کوئی مجھ سے نہ پوچھے—

میں باز آیا ، اپنے آپ کو اپنے ہی سر پر اتھائے پھرنے سے
باز آیا !

میری تمنا کی گھری سانس تیری شمع کو چھوتے ہی
بجھا دیتی ہے !

میری خواہش سے جو کچھ مجھے دستیاب ہو وہ ناپاک
ہے ،

جو کچھ تیری رضا سے مجھے نہ ملے میں اُسے قبول کرنے
سے باز آیا !

باز آیا ، میں اپنے آپ کو اپنے ہی سر پر اتھائے پھرنے سے
باز آیا !

اور اب وقت نہیں !
اندھیرا زمین پر آکر چھا گیا !
اب چلو سکھی گھاٹ پر سے پانی کی ناند بھر لائیں !
بہتے پانی کی کل کل کی آواز مجھے راہ پر بلا رہی ہے !
اب تو اس خاموش راہ پر کوئی آتا جاتا نہیں !
آہا ! الفت کے سمندر میں طلاطم آیا —
ہوا بے تاب ہوئی !
یہ معلوم نہیں میں آج لوٹ کر بھی آؤں گی یا نہیں !
کس سے آنکھیں دو چار ہوں گی ؟
گھاٹ پر وہی پردیسی بانسری بجا رہا ہے ،
اپنی ناؤ پر سوار بیٹھا ہے !
چلو سکھی گھاٹ پر سے پانی کی ناند بھر لائیں !

تیری آنکھوں نے بار بار مجھے گانے کے لیئے اشارہ کیا ہے '
پھولوں میں ' ستاروں میں ' دونوں وقت ملتے پر '
روز روشن میں ' رات کی تاریکی میں—
کن کن اشاروں سے مجھے گانے کے لیئے کہا ہے !
کیا میں نے کبھی گایا نہیں ؟
پھر یہ بے قراری سی میرے دل میں کیا ہے ؟
درد کے احساس میں میری باتیں ڈوب ڈوب جاتی ہیں '
حیرت کے عالم میں سُریں کھو جاتی ہیں !
گہری ندی سے گذرتے ہوئے تونے کشتی پر سے مجھے پکارا ہے !
بارش اور طوفان میں ' گُنگے بادلوں کی گرجتی تان میں—
ساون کی اندھیری رات کی بیقرار جھڑیوں میں '
تونے مجھے موت کی طرف پکارا ہے !
معلوم نہیں میں نے تیری صدا پر لبیّک کیوں نہ کہا ؟
گھاٹ کے اِس کنارے پر بیٹھا تیری طرف دیکھ رہا ہوں—
اس بیکراں سمندر میں کدھر جاؤں ؟

مجھے موت و حیات کی کشمکش میں چھوڑ کر تو خود دور جا کھڑا ہوا ہے !

کیا اس لیئے کہ کشش فراق سے مجھے پھر تو اپنے قریب کھینچ لے گا ؟

اندھیرے اور اجالے کے اس پار اُس پار—
میں اپنی کشتی کو کبھی لے جاتا ہوں کبھی لے آتا ہوں !
میں اپنے کھوئے ہوئے آپ کی تلاش میں ہوں—
آنے جانے کے جھولے میں جھولتا ہوں—
درد فراق کی سروں سے تو مجھے بھر دے گا !
کیا اسی لیئے مجھے اپنے آپ سے دور رکھتا ہے ؟
اب کہ مجھے تو بلا رہا ہے ،
کیا وصل کی بانسری کے بجنے کا وقت آ پہنچا ؟
مجھے موت کے منہ میں تنہا چھوڑ کر تو خود دور جا کھڑا ہوا ہے !

ایک بہار کے موسم میں گایا ہوا میرا گیت '

دوسری بہار کے بیچوں بیچ نئے نئے پھولوں کے جمگھٹے

میں نہ معلوم کس کی تلاش میں راستہ کھو بیٹھا !

حنا نے اُس سے پوچھا : کسی کو پہچانتے بھی ہو ؟

اس نے کہا : میری جان پہچان کا کوئی پھول ہے بھی

یا نہیں اُسی کی تلاش میں تو راستہ کھو بیٹھا ہوں !

ایک بہار کے دل کی بات دوسری بہار کے کان میں '

آبدیدہ ہوکر پوچھتی ہے !

میری زبان بھی کوئی سمجھتا ہے یا نہیں ؟

آسمان نے کہا : کون سمجھتا ہے ؟ شاید میں سمجھتا

ہوں !

باد بہار پھولوں میں جھوم جھوم کر بولی :

شاید میں سمجھتی ہوں ! شاید میں سمجھتی ہوں !

مجھ سے ملنے کے لیئے تو کب سے آرہا ہے ' چلا آرہا ہے !

تیرے چاند سورج ستارے—

تجھے میری آنکھوں سے اب چھپا نہیں سکتے !

کئی زمانوں سے ' ہر صبح ہر شام تیرا قاصد تیرا پیغام

مجھے سنا سنا گیا ہے !

تو مجھ سے ملنے کے لیئے کب سے آرہا ہے !

اے مسافر ! آج میرے دل میں ایک سرور ہے کہ بار بار

خوشی سے تھرّا تھرّا اٹھتا ہوں !

یوں محسوس ہوتا ہے گویا اب وقت آ پہنچا ہے !

• جبھی آج میرے لیئے کوئی کام باقی نہیں !

آج نسیم تیری آمد کی خوشبو سے سرشار ہے !

تو آرہا ہے ' زمانوں سے آرہا ہے !

تونے سنی نہیں ' سنی نہیں ' اُس کے پاؤں کی آہٹ نہیں سنی !

وہ آرہا ہے ! آرہا ہے ! سدا سے آرہا ہے !

ہر لمحہ ' ہر روز و شب ' وہ کس زمانہ سے آرہا ہے !

آرہا ہے ! آرہا ہے ! سدا سے آرہا ہے !

اپنے دل ہی دل میں دیوانوں کی طرح جس قدر گیت بھی میں نے گائے ہیں '

ہر گیت کے سر میں اُس کی آمد کی تان ہے !

وہ آرہا ہے ' آرہا ہے ' سدا سے آرہا ہے !

کس زمانہ سے ' بہار کے دنوں میں ' جنگل کی راہ سے ہوتا ہوا آرہا ہے !

زمانوں سے وہ ساون کی جھڑیوں میں آرہا ہے !

دکھ درد میں یہ اُس کے قدموں کی چاپ ہے جو اپنے سینہ میں ہم سنتے ہیں !

ہماری خوشی میں آکر وہ سرور کے پارس سے ہمیں چھو بھی دیتا ہے !

وہ یوں ہی سدا سے آرہا ہے !

میں سمجھتی ھوں تو لوٹ کر نہ آئے گا !

ھائے ! جب بھی تیری راہ دیکھنے کے لیئے دیا جلتا ھی کیوں نہ رھے !

میں جانتی ھوں تو اپنے دل میں میری یاد کے پھولوں کی مالا نہ گوندھ رھا ھوگا !

ھائے ! جب بھی میرے باغ میں پھول کھلتے ھی کیوں نہ رھیں !

جب بھی میری روح میں تیرے وصال کی پیاس لگی ھی کیوں نہ رھے !

تو راہ گم کیئے نہ معلوم کہاں ھے ؟

ھائے ! پھر بھی میرے گھر کا دروازہ کھلا ھی کیوں نہ رھے !

میری راتیں دکھ، بھری ھیں ،

پیاسی سریں میرے ساز کو گھیرے ھوئے ھیں !

ھائے ! جب بھی تیری یاد میں اسے چھیڑتی ھی کیوں نہ رھوں ؟

میں سمجھتی ھوں تو لوٹ کر نہ ائے گا !